عالم اسلام کے عظیم فاتح

سلطان محمد تغلق
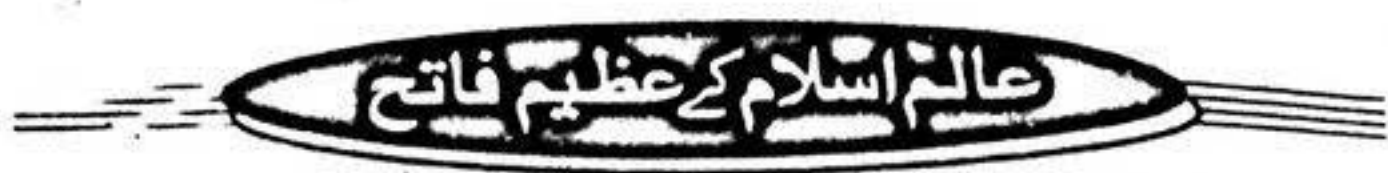
اسلم راہی
ایم اے

سلطان محمد تغلق

اسلم راہی ایم اے

شمع بک ایجنسی
نوید اسکوائر نیو اردو بازار
کراچی
Ph:2773302

نام کتاب ——— سلطان محمد تغلق

مصنف ——— اسلم راہی ایم اے

پرنٹر ——— واحد پرنٹر کراچی

قیمت ——— 25/- روپے

اسٹاکسٹ

یونس بک ڈپو — اردو بازار لاہور

عوامی کتاب گھر — اردو بازار لاہور

فہیم بک ڈپو — اردو بازار لاہور

اشرف بک ایجنسی — اقبال روڈ راولپنڈی

کتاب گھر — اقبال روڈ راولپنڈی

شمع بکسٹال — ریگل روڈ فیصل آباد

کتب خانہ مقبول عام — جھنگ بازار فیصل آباد

رحمٰن بک ہاؤس — اردو بازار کراچی

رشید نیوز ایجنسی — فریئر مارکیٹ کراچی

اسلامک بک سینٹر — اردو بازار کراچی

الحبیب نیوز ایجنسی — اسٹیشن روڈ حیدر آباد

عرض ناشر

ادارہ شمع بک ایجنسی کی عرصہ دراز سے یہ کوشش تھی کہ تاریخ پر چھوٹی چھوٹی اور مختصر کتابیں شائع کی جائیں۔ جن سے بچے بوڑھے اور جوان سب ہی استفادہ حاصل کر سکیں۔ مگر مشکل یہ تھی کہ تاریخ پر قلم کس سے اٹھانے کو کہا جائے کیونکہ ہمارے ہاں تاریخ کے نام پر کچھ ایسی کتب ملتی ہیں۔ جن میں سرے سے تاریخ نام کی کوئی چیز نہیں بس قصے کہانیاں یا رومانس بھر دیا گیا ہے۔

ادارہ کی نظر مشہور و معروف تاریخ داں اسلم راہی صاحب پر پڑی اور ہم نے ان سے رابطہ کیا اور مشہور و معروف مسلمان و غیر مسلم تاریخی شخصیات پر قلم اٹھانے کو کہا۔ وہ جلد ہی راضی ہو گئے۔ اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔ ہم نے قوم کو تاریخ کا اصل چہرہ دکھایا ہے۔ اور تاریخ کو تاریخ ہی پیش کیا ہے۔ نا کہ من گھڑت قصے کہانیاں۔

ہمارے ادارے نے تقریباً 100 کے قریب تاریخی شخصیات پر کتب شائع کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ ان میں مشہور و معروف جلیل القدر سپہ سالار، بادشاہ، جرنیل، فاتح وغیرہ شامل ہیں اور ایسی غیر مسلم شخصیات کو بھی لیا گیا ہے۔ جن کے بغیر تاریخ نامکمل ہے۔ ان میں کچھ شخصیات ایسی بھی ہیں جنہیں پہلی بار کتابی صورت میں شائع کرنے کا اعزاز ہمارے ادارے کو حاصل ہو رہا ہے۔ مشہور و معروف شخصیات مثلاً صلاح الدین ایوبی،

حیدر علی، ٹیپو سلطان، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، نور الدین زنگی، محمود غزنوی، موسیٰ بن نصیر، الپ ارسلان، ملک شاہ سلجوقی، عماد الدین زنگی، خیر الدین باربروسا وغیرہ اس کے علاوہ چنگیز خان، ہلاکو خان، ہیلن آف ٹرائے، نپولین بوناپارٹ، سکندر اعظم، ہٹلر وغیرہ جیسی شخصیات کو بھی شامل کیا ہے۔ ہماری اس تاریخی سلسلے کی فہرست کافی طویل ہے۔

ہمارے ادارے نے وطن عزیز کے طالبعلموں کو تاریخ کی طرف لانے کی جو کوشش کی ہے اس میں ہمیں آپ کے تعاون کی سخت ضرورت ہے۔ اور ساتھ ہی ہم حکومت پاکستان سے بھی یہ گزارش کریں گے کہ وہ اس تاریخی سلسلے کو اسکولوں اور کالجوں کی سطح پر **سلیبس** کے طور پر شامل کرے۔

اسلم راہی صاحب کے خیالات سے آپ اختلاف تو کر سکتے ہیں مگر انکار نہیں۔ اختلاف کرنا ہر آدمی کا حق ہے اور ضروری نہیں کہ ہمارا ادارہ بھی مصنف کے تمام خیالات سے متفق ہو۔

مگر مصنف نے جس طرح تاریخ کو کھنگال کر مختصر صفحات میں پیش کیا ہے۔ اس کے لیے یہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

ہم تاریخ سے منہ نہیں موڑ سکتے ہمیں تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ خدا کرے کہ ہم میں پھر صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، حیدر علی، ٹیپو سلطان اور نور الدین زنگی جیسی شخصیات جنم لیں۔ جو قومیں تاریخ سے سبق حاصل نہیں کرتیں، جو قومیں تاریخ کو پیچھے چھوڑ دیتی ہیں، جو قومیں تاریخ کو گزرا ہوا کل کہہ کر رد کر دیتی ہیں۔ وہ قومیں کبھی ترقی نہیں کرتیں۔ تباہی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ آیئے ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

خالد علی

اسے ایک وسیع وعریض اور انتہائی مضبوط اور مستحکم سلطنت، مال اور دولت سے پر خزانے اپنے باپ کی طرف سے ورثے میں ملے تھے۔ اس کے علاوہ وہ خود بھی ایک انتہائی درجہ کا غیر معمولی انسان تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے سارے حکمرانوں میں وہ ایک غیر معمولی شخصیت رکھتا تھا۔ تعلیمی اعتبار سے وہ تمام سلاطین دہلی پر بھی فوقیت رکھتا تھا اس کے علاوہ وہ بہترین ادیب، عمدہ خطیب تھا۔ حافظِ قرآن اور ایک عالم باعمل تھا۔ طب ریاضی اور نجوم سے بخوبی واقفیت رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ اسے منطق میں بھی ایک خاص مقام اور دسترس حاصل تھی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی طبیعت میں ندرت اور متلون مزاجی اور اختراع کا مادہ بہت زیادہ تھا اور وہ ہر وقت اور نت نئے منصوبے اور ضابطے بنانے کا بھی بڑا شوق رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے انہی منصوبوں کی وجہ سے ہر صوبے میں اس کے خلاف بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئیں لہٰذا ابتدائی دس سالہ حکومت کے بعد اس کی بقیہ زندگی ان بغاوتوں کو فرو کرنے میں ہی گزر گئی۔ جب وہ ایک بغاوت کو ختم کرتا تو اس کے

لئے دوسری بغاوت کھڑی ہو جاتی تھی اس طرح اس کا عہد بغاوتوں ہی میں گزر گیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے مزاج میں بلا کی انتہا پسندی تھی جب اس پر فلسفے کا غلبہ ہوتا تو الحاد کے قریب پہنچ جاتا اور دین سے بھی منکر ہو جاتا تھا اور جب اس پر مذہبی جذبہ غالب ہوتا تو اس نے اتنا غلو کیا کہ اس کے دورِ حکومت میں جو شخص نماز نہیں پڑھتا تھا وہ اسے قتل کروا دیتا تھا۔ ہندوستان کے جس سلطان میں یہ خصوصیات اور صفات پائی جاتیں تھیں اس کا اصل نام تو الغ خان تھا لیکن تاریخ کے اوراق میں وہ سلطان محمد تغلق کے نام سے سامنے آتا ہے۔ اس کے باپ کا نام غیاث الدین تغلق تھا وہ ہندوستان کا سلطان تھا۔ اس کا باپ غیاث الدین تغلق جب وفات پا گیا تو اس کی وفات کے بعد سلطنت میں تین دن تک غم اور سوگ منایا گیا۔ آخر کار چوتھے روز مرنے والے سلطان غیاث الدین تغلق کے بیٹے الغ خان نے ہندوستان کا تاج و تخت سنبھالا۔ اس کے ایسا کرنے پر ہر طرف خوشی اور مسرت کے شادیانے بج اُٹھے تھے۔ اس کی تخت نشینی کی رسم تغلق آباد میں ادا کی گئی تھی اور جب تخت نشینی کو پورے چالیس دن گزر گئے تو پھر سلطان محمد تغلق، تغلق آباد سے دہلی روانہ ہوا۔

اس کی آمد پر دہلی میں بچے بچے نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ قدم قدم پر آرائش اور زیبائش سے ایک عجیب عالم تھا۔ اس کی آمد پر ہاتھیوں پر روپے اور اشرفیاں لادی گئیں تھیں اور سلطان کے دوش

بدوش یہ ہاتھی چل رہے تھے۔ راستے میں سلطان محمد تغلق کے حکم پر اس کے مصاحب، اس کے ساتھی، اس کے امراء روپے، اشرفیاں اور دوسری قیمتی اشیاء اپنے سلطان پر نچھاور کرتے ہوئے گلی کوچوں اور مکانوں کی چھتوں پر پھینکنے لگے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ تخت نشین ہونے کے بعد سلطان محمد تغلق جب دہلی میں داخل ہوا تو وہاں اس نے لوگوں میں اس قدر رقوم، اس قدر اشرفیاں تقسیم کیں کہ غریب سے غریب اور فقیر سے فقیر شخص بھی امیر تر ہو گیا اور یہ کہ فقیروں نے بھیک مانگنا چھوڑ دیا تھا۔

سلطان محمد تغلق انتہا درجہ کا بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ہی بلند ہمت حکمران تھا۔ اس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ ساری دنیا کے باشندے اس کے زر خرید غلام ہو جائیں اور اس کے احکامات کی تعمیل کریں۔

کچھ مؤرخین کا اس کے متعلق خیال ہے کہ مذہب اسلام بھی اس سلطان کو ورثے میں ملا تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر شاید یہ بادشاہ بھی فرعون کی طرح خدائی کا دعویٰ کرتا اور اپنی خدائی کا بول بالا کرتا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بہت زیادہ سخت تھا۔ ایک معمولی فقیر کو اپنا شاہی خزانہ دے کر مطمئن نہ ہوتا اور یہی سمجھتا تھا کہ ابھی اس نے کسی کو کچھ دیا ہی نہیں۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ حاتم کی سخاوت اس کے سامنے بالکل بے حقیقت نظر آتی تھی اور جب وہ سخاوت پر اترتا تو امیر و غریب، ادنیٰ و اعلیٰ، اپنے اور پرائے کا امتیاز نہ کرتا اور سب کو بڑی فراخدلی اور انصاف کے ساتھ مالا مال کرتا چلا

جاتا تھا۔

سلطان محمد تغلق نے تخت نشین ہونے کے بعد اپنے باپ کے ساتھیوں کے علاوہ علماء، مخلص امراء، قاضیوں اور اس طرح کے دیگر لوگوں کو خوب نوازنا شروع کیا۔ تخت نشین ہونے کے بعد سب سے پہلے اس نے اپنے ایک امیر اور سالار تاتارخان کو بلایا۔ یہ تاتارخان سلطان محمد تغلق کے باپ سلطان غیاث الدین تغلق کے دور میں سنارگاؤں کا حاکم تھا اور سلطان غیاث الدین نے اسے اپنا منہ بولا بھائی بنا رکھا تھا۔

تاتارخان سہما سہا، ڈرا ڈرا سلطان محمد تغلق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسے چونکہ سلطان محمد تغلق کے باپ سلطان غیاث الدین تغلق نے منہ بولا بھائی بنایا تھا لہٰذا وہ خوف زدہ تھا کہ غیاث الدین تغلق تو اب وفات پا چکا ہے اس کا بیٹا محمد تغلق تخت نشین ہوا ہے اور تخت نشینی کے بعد اس نے جو اسے اپنے پاس بلایا ہے تو نجانے وہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے۔

بہرحال سلطان محمد تغلق کے باپ کا یہ منہ بولا بھائی جس کا نام تاتار خان تھا جب سلطان محمد تغلق کی خدمت میں حاضر ہوا تو سلطان محمد تغلق نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کا بہترین استقبال کیا۔ اس کو ایسی تعظیم، ایسی عزت دی کہ جو وہ اپنے باپ کو دیا کرتا تھا۔ اس کے بعد اس نے تاتارخان کو سو ہاتھی، ایک ہزار گھوڑے، ایک ہزار اشرفیاں، اس کے علاوہ اور بہت سے دوسرے تحائف سے بھی نوازا اور اسے سنارگاؤں کے علاوہ بنگال کا بھی حاکم مقرر کر دیا تھا۔ اس طرح تاتارخان بہترین انداز میں نوازے جانے

کے بعد سلطان محمد تغلق کا شکریہ ادا کرتا ہوا بنگال کے حاکم کی حیثیت سے واپس چلا گیا تھا۔

اس کے بعد سلطان محمد تغلق نے اپنے باپ کے دور کے ایک اور سالار ملک سنجر بدخشانی کو طلب کیا۔ اب سارے امراء سلطان محمد تغلق کی طرف سے مطمئن ہو گئے تھے جب اس نے تاتار خان کو خوب نوازا تب سارے امراء اور سالاروں نے جان لیا تھا کہ سلطان محمد تغلق مخلص امراء اور بہترین کارکردگی دکھانے والے سالاروں کی ضرور قدردانی کرے گا۔

چنانچہ جب ملک سنجر بدخشانی سلطان محمد تغلق کی خدمت میں حاضر ہوا تو سلطان نے اس کی بھی بہترین عزت کی۔ بڑے ادب کے ساتھ اس کے ساتھ پیش آیا اور اسے اسی لاکھ کی بھاری رقم ادا کی۔

اس کے بعد سلطان محمد تغلق نے اپنے امراء، سالاروں اور دوسرے قابل قدر امیروں اور امراء کو نوازنے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔

ملک سنجر بدخشانی کے بعد اس نے عماد الدین کو ستر ہزار کی رقم، مولانا اظہر الدین کو جو سلطان محمد تغلق کا استاد بھی تھا چالیس لاکھ کی گراں قدر رقم ادا کی۔ اس کے علاوہ دہلی کے ایک اور معزز اور اپنے وقت کے بہترین عالم دین ناصر الدین کے لئے اس نے ہر سال لاکھوں کی رقم مقرر کی اور ان کے علاوہ اس نے اپنی سلطنت کے قاضیوں، علماء اور دیگر لوگوں کو انعام واکرام سے مالامال کر دیا تھا۔

سلطان محمد تغلق یہ خیال کرتا تھا کہ اس کی سلطنت میں کوئی غریب

نہیں رہنا چاہیے۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ جب وہ اپنے قصر سے نکلے تو لوگ اس کا سامنا کریں تو اسے کوئی حاجت مند، کوئی غریب اور کوئی ہاتھ پھیلانے والا شخص نظر نہ آئے۔ کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ سلطان محمد تغلق نے جو اصلاحات شروع کیں، جو کام شروع کیے وہ اس کے دور سے مناسبت نہیں رکھتے تھے اگر وہ کچھ عرصہ بعد ہندوستان کا حکمران بنتا تو شاید اپنی اصلاحات، اپنے کاموں کی وجہ سے وہ پوری سلطنت میں انتہا درجہ کا ہر دل عزیز اور کامیاب ترین حکمران کہلاتا۔
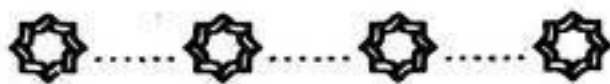
امراء، علماء، اپنے سالاروں، غرباء، مساکین اور دوسرے حاجت مندوں پر سلطان محمد تغلق کی ان نوازشات اور اس کی سخاوت کے چرچے ہندوستان سے نکل کر عراق، خراسان، ماوراالنہر، ترکستان، عرب اور آس پاس کے دوسرے علاقوں میں بھی پہنچے اور وہاں سے لوگ جوق در جوق اس کی سخاوت، اس کی نوازشات سے فائدہ اٹھانے کے لئے دہلی کا رُخ کرنے لگے تھے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ سلطان محمد تغلق کے دورِ حکومت میں جب اس کی نوازشات، اس کی سخاوت کا سلسلہ برابر جاری رہا تو ماوراالنہر سے ترکستان، عراق، خراسان اور عرب سے ان گنت علماء، فضلا، ہنرمند، باکمال لوگ، صاحب علم نیز مساکین اور غرباء اس کے علاوہ مصیبت زدہ، مسافر انعام واکرام حاصل کرنے کے لئے اس کے دربار میں آتے تھے اور اپنے لئے یہ لوگ جس قدر رقم اور صلے کی امید رکھتے تھے سلطان محمد تغلق انہیں ان کی امیدوں اور ان کے اندازوں سے کہیں زیادہ نوازتا تھا۔ ان لوگوں کے علاوہ بیواؤں، کمزوروں محتاجوں اور فقراء کو بھی سلطان محمد تغلق کی طرف سے

برابر مالا مال کر دیا جاتا تھا۔

باہر سے وہ لوگ جو سلطان محمد تغلق سے مدد لینے کے لئے آتے اور وہ مسافر جن کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوتا ان میں سے جو کوئی بھی اپنے وطن واپس نہ جانا چاہتا اور محمد تغلق کے زیر سایہ ہی اپنی زندگی کے دن گزارنا چاہتا اور جب وہ محمد تغلق کے سامنے یہ کہتے کہ وہ یہیں سکونت اختیار کرنا چاہتے ہیں تو محمد تغلق بڑا خوش ہوتا۔ ایسے لوگوں کے لئے نہ صرف وہ رہائش کے لئے عمدہ بندوبست کرتا بلکہ دربار سے ان کا اس قدر وظیفہ بھی مقرر کر دیا جاتا تھا کہ انہیں فکر روزگار نہ رہتی تھی۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ محمد تغلق جہاں ایک بہت بڑا اور پائے کا عالم تھا وہاں وہ ایک لاجواب مقرر بھی تھا۔ اس کی تقریروں میں شیرینی، فصاحت اور انتہا درجہ کی کشش اور جذب ہوا کرتی تھی۔ وہ جب کبھی بھی کوئی خط لکھتا یا کوئی مضمون ترتیب دیتا تو اس کی عبارت کو دیکھ کر بڑے بڑے علماء، بڑے بڑے ادباء حیران رہ جاتے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محمد تغلق انتہا درجہ کا خوش نویس تھا اور اس کا شمار اس دور کے انتہاء درجہ کے اعلیٰ اور چوٹی کے کاتبوں میں ہوتا تھا۔ اس کی پاکیزہ خطاطی اور خوش نویسی کو دیکھ دیکھ کر بڑے بڑے اعلیٰ پائے کے کاتب بھی دنگ رہ جاتے تھے۔

اس کے علاوہ انتظام سلطنت کو چلانے، قانون وضع کرنے میں بھی اس کا کوئی ثانی اور جواب نہ تھا۔ فہم وادراک اور عقل ودانش کی تیزی اور

ذکاوت کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے تمام ہمعصر حکمرانوں میں امتیاز رکھتا تھا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ سلطان محمد تغلق انتہا درجہ کا مردم شناس تھا اور اس کی مردم شناسی کا یہ عالم تھا کہ کسی شخص کی صورت دیکھتے ہی اچھائی اور برائی بتا دیا کرتا تھا۔

اکثر مواقع پر ایسا بھی ہوا کرتا تھا کہ اگر کوئی مانگنے والا، کوئی سوال کرنے والا، کوئی سائل اس کے سامنے آتا تو وہ مانگنے والے کی صورت دیکھ کر اس کے دل کی بات جان جاتا تھا اور اس کے سامنے جب وہ اس کے دل کی بات بتاتا تو بعد میں سائل سے دریافت کرنے پر ہمیشہ محمد تغلق کا اندازہ اور خیال صحیح نکلتا تھا۔

اس کا حافظہ بھی بڑا غضب کا تھا۔ ایک بار جو بات سن لیتا اس کو کبھی بھولتا نہ تھا۔ اس کے علاوہ اسے تاریخ سے بھی انتہاء درجہ کی دلچسپی تھی اور وہ اپنے دور میں علم تاریخ کا بہت بڑا ماہر خیال کیا جاتا تھا۔ شاہنامہ کے تمام قصے اور امیر حمزہ کی داستانیں اس کو ازبر تھیں۔

کہا جاتا ہے کہ جہاں وہ حکمت، طب، نجوم، ریاضی اور اسی طرح کے دوسرے علوم میں ماہر خیال کیا جاتا تھا وہاں اس میں اور بہت سی خصوصیات بھی تھیں اور جو علوم وہ جانتا تھا ان پر ایسی مہارت رکھتا تھا کہ بڑے بڑے عالم اس کے سامنے خاموشی اختیار کر لیتے تھے۔ گو اس کے دربار میں بڑے بڑے اعلیٰ پائے کے طبیب اور معالج ہوا کرتے تھے لیکن محمد تغلق طب میں اس قدر مہارت رکھتا تھا کہ اکثر اوقات شاہی طبیبوں کی موجودگی میں وہ

بیماروں کی تشخیص خود کرتا اور ان کا علاج بھی کرتا اور اس کی تشخیص اور اس کے علاج کو دیکھ کر نہ صرف بڑے بڑے طبیب دنگ رہ جاتے بلکہ اس کی قابلیت کو سراہتے بھی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ بعض اوقات وہ طب کے ماہروں سے بحثیں کرتا اور انہیں قائل کر دیتا تھا۔

اس کا زیادہ وقت کتابوں کے مطالعہ میں گزرتا تھا۔ اس کے ہم صحبت، اس کے ہم مجلسوں، اس کے دوستوں اور ساتھیوں میں بڑے بڑے پائے کے لوگوں کا شمار کیا جاتا ہے جس میں سعد منطقی عبید، شاعر، نجم الدین انتشار اور علیم الدین شیرازی وغیرہ بڑے نمایاں اور مشہور ہیں۔

محمد تغلق زیادہ تر ان علوم اور ان کتب کو اہمیت دیتا تھا جن کے مطالعہ میں بنی نوع انسان کے لئے افادیت کا پہلو نکلتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے سامنے اگر کوئی معقول بات کی جاتی، کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا تو محمد تغلق ہمیشہ مان لیا کرتا تھا۔ وہ خود بھی فارسی کا بہت اچھا شاعر تھا۔ اس کے ساتھ وہ قدیم استادوں کے کلام پر بھی بڑی مہارت رکھتا تھا اور انہیں خوب سمجھتا تھا۔ جب کبھی شعراء اس کے سامنے آتے، اپنے اپنے شعر کہتے تو محمد تغلق شعراء کے ہر شعر کی جی بھر کر داد دیا کرتا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محمد تغلق بڑا دلیر، بڑا جری، بڑا جرأت مند اور نڈر تھا اس لئے ہر وقت مختلف علاقوں اور ممالک کو فتح کرنے کے خیالات اس کے دل میں گھر کیے رہتے تھے۔ اس کے انہی خیالات کے سبب اس کی زندگی کا بہت بڑا حصہ لشکر کشی اور جنگجوئی میں گزرا۔ بہت سے مؤرخین سلطان محمد تغلق

کو عجائب المخلوقات کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یہ بات کسی حد تک درست بھی ہے۔

اس کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے سے پڑھنے والے کو بخوبی یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ سلطان محمد تغلق بیک وقت نیکی، بدی دونوں صفات کا مالک تھا۔ ایک طرف اس کی بڑی شدید خواہش تھی کہ بادشاہت کے ساتھ اسے مرتبہ نبوت بھی مل جائے۔ دوسری طرف اس کی یہ حالت تھی کہ اسلام کے قوانین اور احکامات پر پوری طرح عمل کرتا تھا اور دوسروں سے بھی یہی امید رکھتا تھا کہ وہ اسلام کے قوانین اور احکامات اور حضورؐ کی شریعت کی پابندی کریں۔

اسے شراب نوشی سے سخت نفرت تھی۔ نشہ آور اشیاء سے دور بھاگتا تھا۔ فسق و فجور سے اس نے ہمیشہ اپنے آپ کو الگ رکھا۔ اس نے کبھی بھی حرام چیزوں کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھا تھا۔

لیکن ان ساری صفات، ان ساری خوبیوں کے ساتھ ساتھ سلطان محمد تغلق کو بندگانِ خدا کا ناحق خون کرنے اور ان پر طرح طرح کے ظلم توڑنے میں کوئی برائی بھی نظر نہ آتی تھی۔ ایسے کام کرتے ہوئے نہ اس کے سامنے معقولیت کا کوئی سوال اُٹھتا تھا اور نہ ہی شرع اس کے افعال میں معنی ہوتے تھے۔

سلطان محمد تغلق کی طبیعت کی دورنگی کا یہ عالم تھا کہ جہاں انعام واکرام، سخاوت اور بخشش وکرم میں وہ حاتم سے بھی آگے بڑھ جاتا تھا وہاں وہ ظلم

وستم، استبداد و زیادتی میں بھی اپنا ثانی، اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔

اور کوئی ہفتہ ایسا نہ جاتا تھا کہ مشائخ، علماء، اہل قلم یا لشکریوں میں سے وہ لوگ جو اس کی آراء، اس کے فیصلوں سے اتفاق نہ رکھتے تھے اس کی سیاسی حکمت عملی کا شکار نہ ہوئے ہوں۔

جہاں اس نے ہمیشہ اپنے مخالفین اور اپنے دشمنوں کو اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی وہاں اس نے اپنی حکومت کے ابتدائی دور میں اپنے ان امیروں، ان سالاروں اور مددگاروں کو بھی جی کھول کر نوازا جو اس کی رائے سے اتفاق رکھتے تھے، جو اس کے وفادار اور اس کے جانثار تھے۔

ایسے لوگ جن پر وہ بھروسہ کرتا تھا یا جن کے متعلق اس کا خیال تھا کہ وہ اس کے لئے مخلص ہیں ایسے لوگوں کو وہ ان کی مرضی کے مطابق عہدے اور جاگیریں عطا کر دیا کرتا تھا۔

اس نے اپنے چچازاد بھائی فیروز تغلق کو باربک کا خطاب دے کر نائب مقرر کیا۔ اپنے ایک سالار بیدار خلجی کو قدر خان کے خطاب سے نوازا اور اسے نوازتے ہوئے لکھنوتی کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اس کا ایک استاد تھا جس کا نام قتلغ خان تھا جس سے سلطان محمد تغلق نے قرآن مقدس حفظ کیا تھا اور کچھ فارسی کی کتابیں بھی اس سے پڑھی تھیں اسے بھی سلطان محمد تغلق نے مالا مال کرتے ہوئے اعلیٰ عہدے پر فائز کیا۔

اپنے ایک اور سالار ملک حقتوں کو عماد الملک کا خطاب دے کر مملکت کا وزیر مقرر کیا۔ ایک اور سالار جسے وہ اپنا جانثار اور حمایتی خیال کرتا تھا اس کا نام

احمد ایاز تھا اسے گجرات کا سپہ سالار مقرر کیا اور اسے خواجہ جہاں کے خطاب سے بھی نوازا۔

ایک اور سالار نام جس کا ملک معتبر خان تھا اسے خان جہان کا خطاب دیا اور اسے گجرات کی وزارت سے نوازا اور گجرات میں اسے ایک اعلیٰ جاگیر بھی عطا کی۔ اپنے استاد محترم قتلغ خان کے بیٹے محمد خان کو اس نے الپ خان کے خطاب سے نوازا اور اسے بھی مالا مال کیا اور ایک سالار شہاب الدین کو ملک افتخار کا خطاب دے کر اسے ایک صوبے کا والی مقرر کر دیا۔
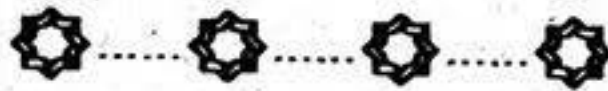
سلطان محمد تغلق جو بے شمار صفات کا مالک تھا، بہادر، جری اور لشکر کی کمانداری کا بھی بہترین تجربہ رکھتا تھا لیکن اسے اپنی حکومت کے ابتدائی دور ہی میں ایک بہت بڑے حادثے اور بربادی سے گزرنا پڑا۔ سلطان محمد تغلق کے دور حکومت میں ایک مسلمان منگول حکمران نام جس کا ترمہ شیریں تھا جو اسلام قبول کر لینے والے منگول داؤد خان کا بیٹا تھا وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر ہندوستان کی طرف بڑھا۔ یہ ترمہ شیریں کہتے ہیں، انتہا کا جری، باہمت، دلیر اور جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا اس کے علاوہ اس دور میں سخاوت میں بھی وہ بڑا مشہور تھا۔

بہر حال یہ ترمہ شیریں ایک جرار لشکر لے کر ہندوستان پر چڑھ دوڑا۔ اس ترمہ شیریں کا تعلق چنگیز خان کے بیٹے چغتائی کی نسل سے تھا۔

ہندوستان میں داخل ہونے کے بعد ترمہ نے سندھ اور ملتان کے ارد گرد کے علاقوں کو خوب پامال کیا۔ اس کے بعد وہ دہلی کی طرف بڑھا اور بہت سے مقامات کو اس نے بالکل تباہ و برباد کر دیا۔ بعض شہروں کو فتح کر کے ان پر قابض ہو گیا اس کے علاوہ دہلی کے گرد و نواح میں اس نے اپنا

ایک پڑاؤ قائم کر کے اسے اپنی لشکر گاہ بنالیا تھا۔

سلطان محمد تغلق ان دنوں نیا نیا تخت نشین ہوا تھا۔ اس نے ابھی تک اپنی عسکری قوت کو استوار نہ کیا تھا۔ لشکر کے لئے نہ اس نے عمدہ کماندار اور سپہ سالار مقرر کیے تھے اور نہ ہی اس نے ابھی تک اپنے لشکر کو اپنی مرضی کے مطابق استوار کیا تھا لہٰذا وہ حملہ آور منگولوں کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اس موقع پر محمد تغلق نے سیاست سے کام لیا وہ جانتا تھا کہ اگر وہ اپنا چھوٹا سا لشکر لے کر دہلی سے نکلا اور منگولوں کا مقابلہ کرنا چاہا تو اس کی کامیابی کی بہت کم امید ہے اس بناء پر اس نے منگولوں سے جنگ کرنے سے اجتناب کیا۔ ایسے موقع پر اس نے عاجزی اور نیازمندی سے کام لے کر اپنا مطلب نکالنے کا تہیہ کر لیا۔

یہ ارادہ کرنے کے بعد سلطان محمد تغلق نے اپنے امراء میں سے کچھ کا انتخاب کیا۔ ان کے حوالے نقدی، جواہرات، بیش قیمت تحائف کیے اور انہیں ترمہ شیریں کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ ساری چیزیں ترمہ شیریں کی خدمت میں پیش کی جائیں اور اس سے یہ کہا جائے کہ وہ اس قدر مال و دولت لے کر ہندوستان سے نکل جائے۔

ترمہ شیریں نے وہ ساری دولت قبول کر لی لہٰذا اس نے دہلی شہر کو تو کوئی نقصان نہ پہنچایا اور اپنے لشکر کے ساتھ واپسی کا سفر شروع کیا اس نے واپسی کے لئے گجرات کا راستہ اختیار کیا اور واپس جاتے ہوئے گجرات شہر پر حملہ آور ہوتے ہوئے اسے خوب تاراج کیا۔ اس میں لوٹ مار کی اور وہاں

سے بہت سا مال غنیمت اور لا تعداد قیدی گرفتار کر کے وہ سندھ اور ملتان سے ہوتا ہوا واپس اپنے وطن کی طرف ہولیا تھا۔

منگولوں کے اس طرح حملہ آور ہونے اور ہندوستان میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنے پر سلطان محمد تغلق کو بڑا دکھ اور افسوس ہوا۔ اس کو اس بات کا بھی بڑا غم اور ملال تھا کہ منگولوں کے حملہ آور ہونے سے پہلے پہلے کیوں نہ اس نے اپنے لشکر کو استوار کر لیا اپنے لشکر کی تعداد بڑھا لی ہوتی اور جب منگول حملہ آور ہوتے تو دہلی سے باہر نکل کر ان کے سامنے پڑاؤ کرتا، ان سے جنگ کرتا اور انہیں بدترین شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیتا تاکہ آنے والے دور میں پھر منگول ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے متعلق سوچ بھی نہ سکتے۔

بہر حال منگولوں کے حملہ آور ہونے اور سلطنت میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنے کے بعد سلطان محمد تغلق کی آنکھیں کھلیں۔ اس نے بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ سلطنت کے انتظامات کو درست کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے لشکر کی ترتیب اور تنظیم کو بھی آخری شکل دینا شروع کی۔ نئے نئے لشکری بھرتی کرتے ہوئے اپنے لشکر میں خوب اضافہ کیا۔ نئے لشکریوں کی عمدہ تربیت کا بھی اس نے اہتمام کیا۔ اس کے علاوہ اس نے جنگی سامان بنانے والی بھٹیاں گرم کروادی تھیں۔ دن رات حرب و ضرب کا سامان تیار ہونے لگا تھا۔

سلطان محمد تغلق جب اپنی جنگی تیاریاں کر چکا تب اپنی قوت کو آزمانے

کے لئے اس نے قرب وجوار کے علاقوں پر حملہ آور ہوکر اپنی سلطنت کو وسعت دینی شروع کی۔ ساتھ ہی اس نے دھول، سمندر، کمپلا، ورنگل، لکھنوتی، حبیب گاؤں، سنار گاؤں اور دہلی کے علاوہ اور بہت سے مقامات کے دفاع کو بھی مضبوط اور مستحکم بنا دیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ منگولوں کے حملے نے سلطان محمد تغلق کی آنکھیں کھول دی تھیں اور اس نے ایسی جنگی تیاریاں کیں اور ایسا بہترین لشکر تیار کیا کہ اس نے خراسان اور ماوراالنہر کو فتح کرنے کے لئے تین لاکھ ستر ہزار سپاہیوں کا لشکر ترتیب دیا تھا۔ ساتھ ہی اس نے ایک لاکھ سوار جو جنگ کا بہترین تجربہ رکھتے تھے تیار کیے اور انہیں اپنے بھانجے خسرو ملک کی سرکردگی میں دیتے ہوئے انہیں کوہِ ہماچل پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا تھا۔ اس طرح سلطان محمد تغلق نے اپنے لشکر کی تعداد، اس کی تنظیم اور جنگی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا دیا تھا۔

اس دور میں سلطان محمد تغلق نے کرناٹک کے تمام علاقوں پر حملہ آور ہوکر ان پر قبضہ کرلیا اور اس کے علاوہ اور بہت سے علاقوں کو بھی براہ راست یا کچھ کو بلاواسطہ اس نے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ سلطان محمد تغلق کی طاقت اور قوت اور اس کی عسکری حیثیت کو دیکھتے ہوئے آس پاس کے بہت سے حکمران خود بخود مغلوب ہو گئے اور سلطان محمد تغلق کے خراج گزار بن کر ہر سال وہ سلطان محمد تغلق کو خراج ادا کرنے لگے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ منگولوں کے حملے سے سبق سیکھ کر سلطان محمد تغلق

نے سلطنت اور لشکر کا ایسا عمدہ انتظام کیا کہ اس کی خوش انتظامی کی وجہ سے
کوئی بھی شخص مالیہ کے ایک پیسے کو بھی بے ایمانی سے ہڑپ نہ کر سکتا تھا اور نہ
کوئی رقم ادا کرنے سے انکار کرتا تھا۔

وہ تمام علاقے جو سلطان محمد تغلق کے تحت آ گئے تھے ان کے راجہ، ان
کے حکمران، سلطان محمد تغلق کے مطیع اور فرمانبردار ہو کر خراج کی مقررہ رقم
بڑی باقاعدگی سے شاہی خزانے میں جمع کرانے لگے تھے۔

سلطنت کے علاوہ مالیات اور لشکر کے ان انتظامات کی وجہ سے محمد تغلق
کی سلطنت ایک طرح سے انتہائی مضبوط اور مستحکم ہو گئی تھی لیکن اس موقع پر
سلطان محمد تغلق سے کچھ غلطیاں اور کوتاہیاں ہوئیں جن کی وجہ سے اس کی
سلطنت میں کمزوری اور انتشار پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا۔

دراصل سلطان محمد تغلق دن رات بخشش، عنایات اور سخاوت سے کام
لیتے ہوئے لوگوں کو نوازتا رہتا تھا چونکہ اس کا خزانہ بھرا ہوا تھا تھوڑے عرصے
تک تو یہی کیفیت رہی اسے احساس نہ ہوا کہ خزانہ خالی بھی ہو سکتا ہے اس
لئے کہ اس وقت دہلی اور گردونواح کے علاقے میں یہی افواہ پھیلی ہوئی تھی
کہ سلطان محمد تغلق کے ہاں دھن برستا ہے اور یہ کہ اس کے پاس اتنی دولت
ہے کہ خزانے میں رکھنے کے لئے اس کے پاس جگہ نہیں اور یہ کہ کبھی اس کے
خزانے میں کمی نہ ہو گی لیکن اس کی ہر روز کی بخشش اور عنایات کی وجہ سے
خزانے میں کمی ہونے لگی۔ خزانے کی کمی کی وجہ سے امورِ سلطنت میں بد
انتظامی کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے چنانچہ سلطان محمد تغلق کے عہد

حکومت کا درمیانی اور آخری حصہ اسی بدانتظامی اور اندرونی خلفشار کی وجہ سے زیادہ تر بغاوتوں اور سرکشی ہی کا شکار رہا۔

اس دوران سلطان محمد تغلق نے کچھ ایسی اصلاحات اور ایسے فیصلے کیے جن کی بناء پر اس کی سلطنت میں ابتری اور انتشار پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔

اس نے جو پہلا فیصلہ کیا وہ دوآبہ کے علاقے میں خراج کی زیادتی تھی۔ اس نے صرف کچھ لوگوں کے کہنے اور اپنے ذہن میں تخلیق ہونے والے خیالات کی بناء پر ان علاقوں کے خراج میں دس سے تیس اور تیس سے چالیس تک اضافہ کر دیا تھا۔ خراج کی یہ زیادتی وہاں کے لوگوں کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ وہ اتنی رقم خراج میں ادا نہیں کر سکتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس زیادتی سے عوام میں بغاوت کے جذبات پیدا ہو گئے۔ اس کے علاوہ جو سب سے بڑی مشکلات اٹھیں وہ یہ کہ کاشتکاری میں رکاوٹ پیدا ہونے لگی۔ کاشتکاری کے کاموں میں خلل پڑنے کے ساتھ ہی ساتھ ایک اور مصیبت قہر خداوندی کی صورت میں نازل ہوئی اور وہ یہ کہ اس سال بارش اس قدر کم ہوئی کہ دو تین سال تک برابر قحط پڑتا رہا۔ ایک تو خراج میں اضافے نے لوگوں کی کمر توڑ دی تھی دوسرے قحط سالی سے ہزاروں لوگ بھوکوں مرنے لگے تھے۔ ان گنت گھر برباد ہونے لگے جس کی وجہ سے مملکت میں انتشار کے آثار اٹھنا شروع ہو گئے تھے۔

سلطان محمد تغلق نے دوسرا غلط فیصلہ یہ کیا کہ اس نے تانبے اور پیتل کے سکے جاری کر دیئے۔ اس سے پہلے مملکت میں سونے اور چاندی کے سکے

چلتے تھے لیکن سلطان محمد تغلق نے عجیب وغریب فیصلہ کیا اس نے تانبے اور پیتل کے سکے جاری کیے۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ محمد تغلق کو سکندر اعظم کی طرح ملک گیری اور دنیا کو فتح کرنے کا بڑا شوق تھا۔ کہتے ہیں وہ سازی دنیا میں اپنا بول بالا کروانا چاہتا تھا لیکن اس نے اپنے ذہن، اپنے دل میں جن مہمات پر عمل کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا ان مہمات کے لئے موجودہ خزانہ اخرجات کے لئے کافی نہ تھا۔

اس موقع پر سلطان محمد تغلق سے غلطی یہ ہوئی کہ اس نے صرف مختلف ممالک اور مختلف علاقوں کو فتح کرنے کے نظریے کو اپنے سامنے رکھا اور اپنی سلطنت کی تباہی اور بربادی کا خیال دل سے نکال کر اس کی حفاظت اس نے اس طرح کرنی چاہی کہ اپنا خزانہ اس نے سونے اور چاندی کے سکوں سے بھر لیا اس کے بعد اس نے ملک میں تانبے اور پیتل کے سکوں کا رواج کر دیا۔ دراصل وہ چاہتا تھا کہ شاہی خزانہ سونے اور چاندی کے سکوں سے بھرا رہے اور مملکت کا کاروبار چلانے کے لئے تانبے اور پیتل کے سکے سلطنت کے اندر گردش میں رہیں۔

دراصل ایسا کرتے وقت سلطان محمد تغلق نے چین کی پیروی کی تھی گو سلطان محمد تغلق کا یہ فیصلہ غلط نہیں تھا کافی حد تک درست تھا اور وہ اپنی مملکت کو ترقی یافتہ بنانا چاہتا تھا لیکن ہندوستان کے لوگ ایسے سکوں کے عادی نہیں تھے۔

محمد تغلق چین کی پیروی کرتے ہوئے ہندوستان کو بھی ترقی یافتہ بنانا

چاہتا تھا اس لئے کہ اس دور میں چین میں کاغذ کے سکے کا رائج تھا۔ اس سکے کو سامنے رکھتے ہوئے سلطان محمد تغلق بھی ہندوستان میں تانبے اور پیتل کے سکوں کا رواج عام کرنا چاہتا تھا۔

چین میں ان دنوں جو کاغذ کا سکہ چلتا تھا اس کا نام جاو تھا۔ یہ سکہ کاغذ کا ایک چھوٹا ٹکڑا ہوتا تھا اور جس کے اوپر چین کے بادشاہوں کے القاب نقش کر دیئے جاتے تھے۔ کاغذ کے اسی سکے کو استعمال کرتے ہوئے چین کے لوگ اپنے روزانہ کے کاروبار میں لین دین کیا کرتے تھے۔

اسے سلطان محمد تغلق کی بدقسمتی کہیے یا ہندوستان کے فرسودہ حالات کی بدبختی کہ ہندوستان میں تانبے اور پیتل کے سکے جاری کرنے کا یہ طریقہ کار کامیاب نہ ہوا اس لئے کہ مملکت کے ہندو بے حساب تانبا اور پیتل اکٹھا کر کے سکے ڈھالنے والے کارخانے میں لاتے اور تانبے اور پیتل کے ان ڈھیروں سے لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں سکے ڈھلوا کر ان سے سامان اور ہتھیار خریدنے لگے اور پھر یہیں پر بات نہ ختم ہوئی یہ لوگ تانبے اور پیتل کے سکے خود ڈھلوا کر اس سے جو اسلحہ اور دوسرا سامان حاصل کرتے دوسرے ملکوں میں اسے سونے اور چاندی کے سکوں کے عوض فروخت کرنے لگے تھے۔

اس کے علاوہ مملکت کے اندر جس قدر بھی سنار تھے وہ بھی تانبے اور پیتل کے سکوں کی ہو بہو نقل کر کے اپنے گھروں میں سکے ڈھالنے لگے تھے۔

اس بدنظمی کی وجہ سے بادشاہی فرمان دور دراز علاقوں میں اپنی اہمیت قائم نہ رکھ سکا اور منسوخ ہوگیا۔ ان سکوں کی وجہ سے لوگ بغاوت اور سرکشی کرنے لگے اور یہ بغاوت اور سرکشی اس حد تک پہنچ گئی کہ خود دارلسلطنت دہلی اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں تانبے اور پیتل کے سکوں کو لوگ کوڑیوں کے بھاؤ بھی خریدنا پسند نہ کرتے تھے۔

سلطان محمد تغلق نے جب دیکھا کہ تانبے اور پیتل کے سکوں کی وجہ سے نہ صرف ان سکوں کی بے قدری ہونا شروع ہوگئی ہے بلکہ ان سکوں کی وجہ سے مملکت کے اندر جگہ جگہ بغاوت کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے ہیں تب بادشاہ نے کسی پر سختی نہیں کی بلکہ اس نے لوگوں کی اس مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اس نے حکم دیا کہ تمام تانبے اور پیتل کے سکے شاہی خزانے میں جمع کروا کر ان کے عوض چاندی اور سونے کے سکے حاصل کر لیے جائیں۔

سلطان محمد تغلق کا یہ فیصلہ بھی بڑا غلط تھا اس لئے کہ اس کا اثر شاہی خزانے کے علاوہ مملکت کے انتظام پر بھی پڑا اور اس حکم کا اثر سلطان محمد تغلق کی توقع کے خلاف ہوا وہ اس طرح کہ لوگ بوریوں میں بھر بھر کر تانبے اور پیتل کے سکے لاتے اور ان کے عوض سونے اور چاندی کے سکے حاصل کر کے لے جاتے۔

جب لگاتار پیتل اور تانبے کے سکے شاہی خزانے میں جمع ہونے لگے تب شاہی خزانہ سونے چاندی کے سکوں سے خالی ہونے لگا اور اس کی جگہ

خزانے میں تانبے اور پیتل کے سکے بھرنا شروع ہو گئے تھے۔

اس تبادلے کے نتیجے میں رعایا تو خوش حال اور مالا مال ہوگئی لیکن شاہی خزانہ تانبے اور پیتل کے سکوں کی آماجگاہ بن گیا اور خزانہ سونے چاندی کے سکوں سے بالکل خالی ہو گیا اس طرح خزانے کو تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔ خزانے کی اس تباہی کا اثر انتظام سلطنت پر پڑنا شروع ہو گیا جس کے نتیجے میں سلطنت کا نظام بگڑنے لگا اور ملک میں ابتری پھیلانا شروع ہو گئی۔

سلطان محمد تغلق سے تیسری بڑی غلطی یہ ہوئی کہ اس کے سر میں ملک گیری اور مختلف علاقوں کو فتح کرنے کا سودا تو پہلے ہی سمایا ہوا تھا اسی دوران اچانک اس نے یوں پلٹا کھایا کہ ترمہ شیریں جو منگول سردار تھا اور جس نے سلطان محمد کے ابتدائی دور میں ہندوستان پر حملہ بھی کیا تھا اس کا داماد اپنے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہوا اس کا نام امیر نوروز تھا۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ امیر نوروز ہندوستان پہنچا اور سلطان محمد تغلق سے ملاقات کرنے کے بعد اس کے لشکر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ملازم ہو گیا۔

اس کے علاوہ ایران اور خراسان کے بہت سے شہزادوں اور امراء اور دیگر اراکین سلطنت جو اپنے اپنے علاقوں سے فرار ہو کر ہندوستان میں آئے انہوں نے بھی سلطان محمد تغلق سے قربت حاصل کی اور ایسے لوگوں کا سلطان کے دربار میں عمل دخل شروع ہو گیا تھا۔ انہی لوگوں نے ایک موقع پر سلطان محمد تغلق کو مشورہ دیا کہ سلطان محمد تغلق کی عسکری طاقت بہت زیادہ ہے اور لشکر

کی اس طاقت سے ایران اور ترکستان کو فتح کرنا مشکل نہیں بلکہ بہت زیادہ آسان کام ہے۔

سلطان محمد تغلق خراسان، ایران اور دیگر علاقوں کے انہی امراء کی اکساہٹ اور انگیخت میں آ گیا۔ وہ پہلے ہی اپنے دل میں مختلف علاقوں پر حملہ آور ہو کر انہیں فتح کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اب جوان خراسانی اور ایرانی امراء نے صرف سلطان محمد تغلق کو خوش کرنے اور اس کے دربار میں اپنی حالت کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لئے اسے غلط مشورے دینا شروع کیے تو سلطان محمد تغلق نے جہانگیری کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔

سلطان محمد تغلق نے ان ایرانی اور خراسانی امراء کے اس فیصلے کو اس قدر پسند کیا کہ اس نے انہیں انعام واکرامات اور تحائف سے سرفراز کرنا شروع کر دیا تھا تا کہ وہ اس کی حکومت سے بددل نہ ہوں۔

اب ان کے کہنے پر سلطان محمد تغلق نے سب سے پہلے ماوراالنہر پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کیا۔

ماورا النہر پر حملہ آور ہونے کے لئے سلطان محمد تغلق نے تین لاکھ ستر ہزار سواروں پر مشتمل ایک جرار لشکر تیار کیا۔ ان نئے لشکریوں کو گھوڑوں کے علاوہ دیگر ساز و سامان بھی فراہم کیا گیا۔ سلطان محمد تغلق کا خیال تھا کہ اس نے جو تین لاکھ ستر ہزار نئے لشکری بھرتی کیے ہیں اور جن کی تربیت کا کام اس نے کافی دنوں کے اندر مکمل کر لیا تھا ان سے متعلق اس کا خیال تھا کہ ان تین لاکھ ستر ہزار لشکریوں کو اسے شاہی خزانے سے تنخواہ نہیں دینا پڑے گی۔ اس کا خیال تھا کہ زیادہ سے زیادہ وہ ان لشکریوں کو صرف ایک ماہ کی تنخواہ دے گا اس کے بعد وہ ماورا النہر پر حملہ آور ہوں گے اور ان حملوں کے نتیجے میں مفتوح علاقوں سے جو مالِ غنیمت حاصل ہوگا اس سے لشکر کی تنخواہیں مالِ غنیمت سے ہی پوری ہوتی رہیں گی اس طرح محمد تغلق کا خیال تھا کہ اسے زیادہ خرچ بھی نہ کرنا پڑے گا۔ مملکت میں نئے نئے علاقوں کا اضافہ بھی ہو جائے گا اور دنیا کے دور دراز کے علاقوں میں اس کے نام اور اس کی شہرت کا ڈنکا بھی بجنے لگے گا۔

سلطان محمد تغلق کی تلون مزاجی کا یہ عالم تھا کہ نئے لشکر کو پہلی تنخواہ تو اس نے شاہی خزانے سے ادا کر دی لیکن مستقل طور پر ان لشکریوں کو مطمئن کرنا بڑا دشوار تھا اس لئے کہ جس مقصد کے لئے انہیں بھرتی کر کے تربیت دی گئی تھی وہ مقصد بھی پورا ہوتا دکھائی نہ دے رہا تھا اس لئے کہ اس لشکر کو اس نے ماوراالنہر پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہی نہ کیا تھا۔ جب ان نئے لشکریوں سے کوئی کام نہ لیا گیا۔ تب مزید دشواریاں اٹھ کھڑی ہوئیں اس لئے کہ جب نئے ملک کی تسخیر ہی نہ کی گئی تو مالِ غنیمت کہاں سے آتا اور جب مالِ غنیمت نہ آیا تو نئے لشکریوں کو خزانے سے تنخواہیں دینا انتہائی مشکل اور دشوار ہوتا چلا گیا۔

اس صورت حال کی وجہ سے نئے لشکریوں کے حسابات چکانا مشکل ہو گیا۔ اخراجات کے بوجھ سے خزانہ بالکل خالی ہو گیا اور ابھی ایک ہی سال گزرا تھا کہ یہ نیا لشکر بدانتظامی کا شکار ہو کر رہ گیا اور اس طرح سیاسی بساط سلطان محمد تغلق کے خلاف پڑنے لگی تھی۔

سلطان محمد تغلق سے چوتھی اور بڑی غلطی یہ ہوئی کہ اس نے کوہِ ہماچل پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا۔ ہماچل کا یہ علاقہ ہندوستان اور چین کی مملکت کے درمیان پڑتا تھا۔ ہماچل کو فتح کرنے کے لئے سلطان محمد تغلق نے ایک بہت بڑا اور عظیم لشکر ترتیب دیا۔ اس لشکر کا سالار سلطان محمد تغلق نے اپنے بھانجے خسرو ملک کو بنایا اور اس کی سرکردگی میں اس نے چین کو فتح کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اپنے اس ارادے کی تکمیل کے لئے اپنے بھانجے خسرو ملک کی

سرکردگی میں سلطان محمد تغلق نے ایک لاکھ تجربہ کار سوار دیئے اور اس کے ساتھ اپنے بہت سے درباری اور امراء اور اراکین کو کیا تاکہ اس مہم کے سلسلے میں وہ خسرو ملک کو مشورے دیتے رہیں۔ اس طرح اپنے بھانجے کو اس نے ہماچل فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔

جس وقت خسرو ملک اپنے لشکر کے ساتھ ہماچل پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہونے لگا اس وقت محمد تغلق نے اسے اپنے پاس بلایا اور اسے نصیحت کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"پہلے ہماچل کے علاقوں پر حملہ آور ہوکر انہیں فتح کرنا اور فتح کیے جانے والے علاقوں میں جس جس جگہ تم مناسب سمجھو وہاں قلعے تعمیر کرتے جانا اور ان قلعوں کی حفاظت کے لئے ان کے اندر چھوٹے چھوٹے لشکر متعین کرنا تاکہ ان لشکروں کی مدد سے فتح کیے ہوئے علاقوں کے اندر امن وامان قائم رکھا جاسکے۔"

سلطان محمد تغلق نے اپنے بھانجے خسرو ملک کو مزید کہا۔

"سرحدوں پر مضبوط اور مستحکم قلعے تعمیر کرنے کے بعد تم چین کی حدود میں داخل ہوکر اس کی سرحدوں پر بھی کافی مضبوط اور پائیدار قلعے تعمیر کروانا اور جب وہ قلعے تعمیر ہو جائیں تو اپنے لشکر کے ساتھ تم وہاں پہنچ کر قیام کرنا اور حالات کی ساری تفصیل مجھے بھیجنا۔"

محمد تغلق نے اپنے بھانجے سے کہا کہ تمہاری طرف سے مجھے تفصیل ملے گی تو اس تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے میں تمہیں مزید کارروائیاں کرنے

کے لئے خط لکھوں گا لہٰذا چین کی سرحد پر قیام کر کے تم میرے خط کا انتظار کرنا اور جب میرا جواب تمہیں پہنچ جائے تو میں تمہاری ہمت بڑھانے کے لئے دہلی سے تمہارے لئے رسد اور کمک بھی بھیجوں گا اس کے بعد تم ان سرحدی قلعوں سے اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرنا۔ رفتہ رفتہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے مملکت چین پر حملہ آور ہونا۔ ایک شہر کے بعد دوسرے شہر، ایک قصبے کے بعد دوسرے قصبے کو فتح کرتے ہوئے تم چین کے اندر پیش قدمی کرتے رہنا۔''

جس وقت سلطان محمد تغلق نے اپنے بھانجے خسرو کو یہ مشورہ دیا تو اس وقت بہت سے اراکین سلطنت نے بار بار اشارتاً سلطان محمد تغلق کو سمجھایا کہ یہ کام انتہائی مشکل ہے اس لئے کہ آج تک ہندوستان کے کسی بھی حکمران نے چین پر قبضہ کرنے میں کامیابی حاصل نہیں کی۔ ان اراکین مملکت نے سلطان محمد تغلق کے گوش گزار یہ بھی بات کی کہ یہ مہم بڑی مشکل اور دشوار گزار ہے۔ چین ایک انتہائی طاقتور اور وسیع سلطنت ہے جب ہمارا لشکر چین کے علاقے میں داخل ہوگا تو چینی لشکر کو یہ فوقیت حاصل ہوگی کہ انہیں اپنی پشت کی طرف سے رسد اور کمک کی صورت میں وافر مدد ملتی رہے گی جبکہ ہمارے لشکر کے ساتھ ہمارا کوئی زمینی رابطہ نہ رہے گا۔ ہمارا لشکر دشمن کی سرزمین میں ہوگا اس کو جب مزید رسد اور کمک کی ضرورت پڑے گی تو اسے ضرورت کی کوئی شے کہیں سے نہیں ملے گی اس طرح چین کی سرزمینوں میں داخل ہو کر ہمارے لشکر کے لئے خطرے ہی خطرے اور اندیشے ہی اندیشے اُٹھ کھڑے

ہوں گے۔

لیکن سلطان محمد تغلق نے اپنے کسی بھی امیر کی کسی بات پر کوئی توجہ نہ دی اس لئے کہ اس نے چین پر حملہ آور ہونے کا مصمم اور مستحکم ارادہ کیا ہوا تھا۔ اس نے اپنے ان ارادوں میں سر موکوئی تبدیلی نہ کی۔

آخر کار مجبوراً خسرو ملک اور اس کے ساتھی کمر بستہ ہوئے اور جو لشکر سلطان محمد تغلق نے مہیا کیا تھا اسے لے کر دہلی سے کوہِ ہماچل کی طرف روانہ ہوئے۔

خسرو ملک نے اپنے ماموں سلطان محمد تغلق کی ہدایت پر عمل کیا۔ ہماچل پردیش میں بہت سے علاقوں کو اپنے قبضے میں کرنے کے بعد وہاں اس نے بہت سے مقامات پر قلعے بنوائے۔ اپنے لشکر کے چھوٹے چھوٹے حصے ان قلعوں کے اندر متعین کیے تا کہ ان لشکریوں کی وجہ سے ان علاقوں کے اندر امن وامان قائم رہے۔

ہماچل میں اپنی حالت کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ خسرو ملک آگے بڑھا۔

جب وہ چین کی سرحد پر پہنچا تو چین کی آبادی، وہاں کے امراء کی شان وشوکت، حکمرانوں کے جاہ وجلال، شہروں، قلعوں کے استحکام، ان کی اونچائی، راستوں کی تنگی، رسد رسانی کی مشکلوں کا تصور کر کے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور چین کے ان حالات کو دیکھتے ہوئے اس نے فیصلہ کر لیا کہ اگر اس نے اپنے لشکر کے ساتھ چین پر حملہ کیا تو اسے تباہی اور بربادی کا سامنا کرنا

پڑے گا لہذا وہ سرحد سے واپس ان قلعوں کی طرف آ گیا جو اس نے ہماچل میں تعمیر کروائے تھے۔

خسرو ملک نے اپنے لشکر کے ساتھ واپسی کا تہیہ کر لیا تھا لیکن خسرو ملک اور اس کے لشکریوں کی بدقسمتی کہ جس وقت وہ چین کی سرحدوں سے واپسی شروع کر چکا تھا برسات کا موسم آ گیا تھا اور اس زور کی بارشیں ہوئیں کہ چاروں طرف موسلا دھار بارشوں نے ہر شے کو جل تھل کر دیا تھا۔

بارشوں کی وجہ سے جن راستوں سے ہو کر خسرو ملک اپنے لشکر کے ساتھ چین کی سرحدوں کی طرف گیا تھا وہ راستے تیز بارشوں کی وجہ سے مٹ گئے تھے۔ لشکریوں اور خسرو ملک نے ان راستوں کے نشان تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے لہذا کوہستانی سلسلوں کے دامن کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی واپسی کا سفر شروع کیا تھا۔

اس طرح خسرو ملک تیز بارشوں میں اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلوں کے دامنوں سے راہنمائی حاصل کرتا ہوا ہماچل کے ان علاقوں کی طرف بڑھا تھا جہاں اس نے قلعے تعمیر کیے تھے۔ جس وقت بارشوں میں انتہائی بے بسی کی حالت میں خسرو ملک نے اپنے لشکر کے ساتھ واپسی کا سفر شروع کیا ہوا تھا پہاڑی لوگوں کو بھی ان پر حملہ آور ہونے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ وہ کوہستانی سلسلوں سے اچانک نکلتے اور خسرو ملک کے لشکر پر حملہ آور ہو کر نہ صرف قتل و غارت گری کرتے بلکہ کھانے پینے کی اشیاء بھی لوٹ کر لے جاتے اس طرح تیز بارشوں کے ساتھ ساتھ خسرو ملک کے لشکر کو خوراک کی

کمی نے بھی آن گھیرا تھا۔

اب خسرو ملک اور اس کے لشکری دوہری مصیبت کا شکار ہو گئے تھے ایک تو بارشوں کی وجہ سے ان کے چاروں طرف ایک سیلابی صورت پیدا ہو گئی تھی دوسرا لشکر کے اندر کیونکہ خوراک کے ذخیرے ختم ہوتے جا رہے تھے لہٰذا خسرو اس فکر میں بھی تھا کہ اگر بارشیں اسی طرح جاری رہیں تو اس کے پاس جو خوراک کا ذخیرہ ہے بالکل ختم ہو گیا تو اس کے سارے لشکری تو بھوکے مر جائیں گے۔

آخر خدا خدا کر کے خوراک کی قلت بلائے ناگہانی اور سیلاب کی مصیبت سے نجات حاصل ہوئی اور ایک ہفتہ کی تگ و دو کے بعد خسرو ملک اپنے لشکر کے ساتھ میدانوں کے اس حصے میں پہنچا جہاں سے اس نے پیش قدمی کرتے ہوئے چین پر حملہ آور ہونے کی ابتداء کی تھی۔

اس جگہ کیونکہ پانی کم تھا بارشیں بھی کم ہوئی تھیں لہٰذا خسرو ملک اور اس کے لشکریوں نے اس جگہ کو غنیمت جانا اور پورا لشکر آرام کرنے کے لئے وہاں ٹھہر گیا۔

پھر لگتا تھا قدرت کی طرف سے اس لشکر کے لئے آلام اور مصائب ختم نہ ہوئے تھے جس رات لشکر نے وہاں پڑاؤ کیا تھا انتہا درجہ کی زوردار اور موسلا دھار بارش شروع ہوئی۔ پورا دن اور پوری رات بارش ہوتی رہی اور بارش کے پانی نے سیلابی صورت اختیار کر لی۔ اس سیلاب نے سارے لشکر کو اس بری طرح گھیر لیا کہ گھوڑوں پر سوار ہو کر چلنا اور تیرنا بھی دشوار ہو گیا تھا۔

اس طرح خسرو ملک کا وہ پورا لشکر لگا تار پندرہ روز تک مسلسل بھوک، پریشانی اور تیز بارشوں کا شکار رہا جس کی وجہ سے لشکر کا بیشتر حصہ موت کا شکار ہو گیا۔ صرف گنتی کے چند لشکری اور بعض وہ لوگ جو لشکر سے تھوڑا آگے نکل آئے تھے زندہ بچے اور اس بلائے ناگہانی سے بچ کر دہلی لوٹنے میں کامیاب ہوئے۔ اس طرح سلطان محمد تغلق کی چین پر حملہ آور ہونے کی مہم نہ صرف بری طرح ناکام ہوئی تھی بلکہ جو لشکر اس نے حملہ آور ہونے کے لئے بھیجا تھا وہ بھی ختم ہو گیا جس سے سلطنت کے وہ لوگ جن کے عزیز و اقارب اس لشکر میں شامل تھے وہ بھی سلطان محمد تغلق کے خلاف باغیانہ رویہ روا رکھنے لگے تھے۔
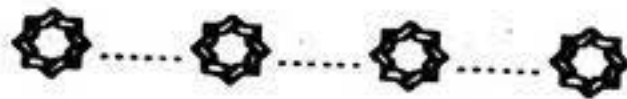
جب سلطان محمد تغلق کے خراج میں زیادتی کرنے، تانبے اور پیتل کے سکے رائج کرنے کی وجہ سے خزانہ خالی ہونے لگا اور چین کی طرف بھیجے جانے والے لشکریوں کی تباہی اور بربادی کی وجہ سے لوگوں میں بدظنی اور نفرت پیدا ہونی شروع ہوئی تو سلطان محمد تغلق کے مختلف علاقوں کے والیوں اور حکمرانوں نے ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بغاوت اور سرکشی اختیار کی اور اپنے علاقوں میں انہوں نے خودمختاری اختیار کرنے کی کوششیں شروع کر دی تھیں۔ سب سے پہلی بغاوت دکن میں اٹھی۔ بغاوت کرنے والا ایک شخص گرشاسپ تھا۔ یہ سلطان محمد تغلق کا چچازاد بھائی تھا اور سلطان محمد تغلق کی طرف سے وہ دکن کے علاقے گلبرگہ کا حاکم تھا۔ اس کا شمار سلطان محمد تغلق کے سرکردہ امراء میں ہوتا تھا۔

اس نے جب دیکھا کہ ایک طرف تو سلطان محمد تغلق سے رعایا دن بدن بیزار ہوتی جا رہی ہے اور نفرت کرنے لگی ہے اور دوسری طرف سلطان محمد تغلق کی بہت سی غلط پالیسیوں کی وجہ سے سلطنت کے انتظام کا ڈھانچہ بڑی تیزی سے بگڑتا جا رہا ہے تو اسے ملک گیری کی ہوس ہوئی اور اس نے حکمران بننے کے ارادے شروع کر دیئے۔

سب سے پہلے تو اس گرشاسپ نے اپنے ساغر نام کے قلعے کو مضبوط اور مستحکم کرنا شروع کیا۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے نئے لشکری بھرتی کرتے ہوئے ان کی تنظیم اور تربیت کا بھی کام شروع کر دیا اس طرح وہ بڑی تیزی

سے اپنے لشکر کی تعداد بڑھانے لگا تھا۔

جب اس نے دیکھا کہ اس کی عسکری قوت میں خوب اضافہ ہو گیا ہے تو اس نے خود کو سلطان محمد تغلق کی سیاسی گرفت سے علیحدہ سمجھا اور سلطان سے باغی ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اس نے دکن کے دیگر امراء کو بھی اپنا ہم خیال بنا کر دیگر بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور دکن کے جو امراء اس کی حکمت عملی پر نہ چلے انہیں وہاں سے جان بچا کر بھاگنا پڑا تھا اس لئے کہ گرشاسپ کا اقتدار شدت سے بڑھتا جا رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اس کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

وہ امراء جنہوں نے گرشاسپ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا وہ اس کے علاقوں سے نکل کر مندو اور ساوی کے علاقوں کا رُخ کرنے لگے تھے۔

سلطان محمد تغلق کو جب گرشاسپ کی سرکشی اور بغاوت کی خبر ملی تو وہ بڑا برہم ہوا لہٰذا اس نے دارالسلطنت کے جانے پہچانے اہم امراء اور نامور سالاروں کی سرکردگی میں ایک لشکر دیا۔ گجرات میں جو اس کا لشکر تھا اسے بھی دہلی سے روانہ ہونے والے لشکر کا ساتھ دینے کا حکم دیا اور گرشاسپ کے لئے اس نے اپنے امراء اور سالاروں کے لئے یہ حکم جاری کیا کہ ہر صورت میں گرشاسپ کو اس کے بدانجام تک پہنچا کر رہیں۔

دوسری طرف کیونکہ گرشاسپ بھی بغاوت اور سرکشی کھڑی کر چکا تھا لہٰذا اس نے بھی پوری طاقت و قوت اور ہمت سے سلطان محمد تغلق کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی تھی دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آ ئے۔

دوسری طرف سلطان محمد تغلق کا کمانداراایک شخص خواجہ جہان تھا جو جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا، امراء اور سالاروں کے اندر ہر دل عزیز بھی تھا۔

دونوں لشکر جنگ کی ابتداء کرنے لگے تب گرشاسپ کے لشکر کا ایک اہم سالار نام جس کا خضر بہرام تھا وہ گرشاسپ سے منحرف ہوکر سلطان محمد تغلق کے لشکر میں آیا اور سپہ سالار خواجہ جہاں کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی خدمات پیش کردیں۔

خضر بہرام کے منحرف ہونے سے گرشاسپ کے لشکر میں کھلبلی مچ گئی۔ اس دوران خواجہ جہان نے اپنے لشکر کے ساتھ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ گرشاسپ کے لشکر پر حملہ کیا۔ اس موقع پر گرشاسپ اپنے لشکر کے آگے آ گیا تھا اس نے اپنے لشکر کے قدم جمانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا آخر گرشاسپ اور اس کے سارے سالاروں کو بدترین شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

دونوں لشکروں میں یہ جنگ دیوگڑھ کے قریب ہوئی تھی لہٰذا گرشاسپ اپنے لشکر کے ساتھ بھاگا اور ساغر کے مقام پر جا کر اس نے پناہ لی۔

دوسری طرف سلطان محمد تغلق کے سالار خواجہ جہان نے جنگ کے بعد گرشاسپ کے لشکر کے پڑاؤ پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال بھی کی اس کے بعد اپنے لشکر کو لے کر وہ ساغر کی طرف بڑھا۔

گرشاسپ کو جب خبر ہوئی کہ خواجہ جہان اس کا پیچھا نہیں چھوڑنے والا اور اس کے تعاقب میں وہ ساغر کا رُخ کر رہا ہے اور ہر صورت میں اس کا سر قلم کرنا

چاہتا ہے تب گرشاسپ پر خوف طاری ہوا شاہی لشکر کے عتاب سے ڈر کر وہ اپنے بال بچوں سمیت ساغر سے کرناٹک کے مشہور شہر کمپلا کی طرف بھاگا۔

کمپلا کا راجہ کیونکہ گرشاسپ کا طرف دار تھا لہٰذا وہ اس کے ہاں پناہ لینا چاہتا تھا۔ اس دوران حالات گرشاسپ کے لئے مزید خراب ہوئے اس لئے کہ سلطان محمد تغلق خود ایک لشکر لے کر دہلی سے نکلا تھا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ دولت آباد پہنچ گیا تھا اور اس نے خواجہ جہان کی سرکردگی میں ایک لشکر کمپلا کی طرف روانہ کیا۔ خواجہ جہان جب کمپلا پہنچا تو کمپلا کے راجہ کی مدد سے گرشاسپ نے خواجہ جہان کو پسپا کر دیا۔ اس پسپائی کی خبر جب سلطان محمد تغلق کو ہوئی تو اس نے خواجہ جہان کے لئے کمک بھیج دی جب کمک پہنچی تو خواجہ جہان نے باآسانی کمپلا کے راجہ اور گرشاسپ کو شکست دی۔ اس جنگ میں کمپلا کے راجہ کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔

اس شکست کے بعد گرشاسپ بھاگ کر ایک قریبی راجہ بلال دیو کی طرف گیا۔ اس کے ہاں پناہ لینا چاہی مگر بلال دیو کو معلوم تھا کہ گرشاسپ کو شاہی لشکر کے ہاتھوں شکست ہوئی ہے اور شاہی لشکر اس کا پیچھا کر رہا ہے لہٰذا وہ ڈرا اور اس نے گرشاسپ کو پکڑ کر خواجہ جہان کے پاس بھیجا ساتھ ہی بلال دیو نے ایک نامے کے ذریعے سلطان محمد تغلق کا اطاعت گزار رہنے کا عہد بھی کیا۔

خواجہ جہان نے گرشاسپ کو قیدی بنا کر بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ گرشاسپ کو جب سلطان محمد تغلق کے سامنے پیش کیا گیا تو انتہائی غصے اور غضب ناکی میں اس نے حکم دیا:

اس باغی کی کھال کھینچ کر اس میں بھس بھر دیا جائے اور تمام شہر میں اس

کی شہرت اور منادی کرادی جائے تاکہ لوگوں کو آگاہی اور عبرت ہو کہ حکومت کے باغی اور مجرموں کا یہی انجام ہوتا ہے۔

گرشاسپ کی بغاوت اور سرکشی ختم کرنے اور اس کے باغی ساتھیوں کا خاتمہ کرنے اور خود اس کو بھی ٹھکانے لگانے کے بعد سلطان محمد تغلق کو احساس ہوا کہ اس کی کچھ اصلاحات کی وجہ سے سلطنت کے اکثر و بیشتر لوگ دہلی کی شہنشاہیت سے منحرف اور باغی ہوتے جارہے ہیں لہٰذا اس کے دل میں یہ بھی خیال آیا کہ شاید دہلی کی رہائش اسے راس نہیں آئی لہٰذا اس نے ارادہ کیا کہ اپنا پایہ تخت کسی ایسے مقام کو منتخب کیا جائے جو اس کی سلطنت کے بیچ میں ہو اور وہ اردگرد کے سارے علاقوں کو اپنی گرفت میں رکھ سکے اور بیچ میں ہونے کے باعث اسے سلطنت کے خراب اور اچھے تمام حالات سے آگاہی ہوتی رہے اور ساری رعایا کی حفاظت وہ احسن طریقے سے کر سکے۔ سلطان محمد تغلق یہ بھی چاہتا تھا کہ وہ کسی ایسی جگہ اپنا دارالحکومت لے جائے جہاں قیام کرتے ہوئے اسے سلطنت کے ہر نئے حادثے کی اطلاع بروقت اور فوراً ہو جائے اور کسی بغاوت اور سرکشی کے رونما ہوتے ہی اس کے اسباب کا خاطر خواہ انتظام ہو سکے۔

اس سلسلے میں سلطان محمد تغلق نے جب اپنے امراء اور سالاروں سے مشورہ کیا تو سلطنت کے امراء اور سالاروں نے سب سے پہلے مشورہ دیا کہ اگر سلطان دہلی کے علاوہ ہی کسی اور شہر کو اپنا مرکز بنانا چاہتے ہیں تو پھر اس کے لئے اجین شہر بڑا مناسب ہے۔ اس شہر کے لئے ان امراء نے یہ دلیل

پیش کی کہ اجین شہر طول وعرض کے لحاظ سے ہندوستان کے بالکل وسط میں واقع ہے اور یہ کہ ہندوستان کے مشہور معروف حکمران راجہ بکر ماجیت نے اسی خیال کو مدنظر رکھ کر اجین ہی کو اپنا پایۂ تخت بنایا تھا۔

اس موقع پر سلطنت کے چند ارکان نے سلطان محمد تغلق کو یہ بھی مشورہ دیا کہ اجین کی بجائے دیوگڑھ کو مرکزی شہر قرار دیا جانا چاہیے۔

سلطان محمد تغلق کا رجحان بھی دیوگڑھ کی طرف تھا شاید اسی بناء پر ان امراء نے اسے مرکز سلطنت دیوگڑھ بنانے کا مشورہ دیا تھا چنانچہ محمد تغلق جو پہلے ہی دیوگڑھ کا دل سے گرویدہ تھا اس نے ان سالاروں کے اس مشورے کو پسند کیا اور فرمان جاری کر دیا کہ سلطنت کا مرکز دہلی سے اُٹھا کر دیوگڑھ بنا دیا جائے۔ اس نے یہ بھی حکم دیا کہ تمام شہری عورتیں، مرد، بچے، بوڑھے، جوان سب دیوگڑھ منتقل ہو جائیں جو غریب ہوں اور جن کے پاس سفر کے اخراجات نہ ہوں انہیں اخراجات شاہی خزانے سے ادا کیے جائیں گے۔

سلطان محمد تغلق کا یہ حکم جاری ہوتے ہی فی الفور اس کے کارندے حرکت میں آئے۔ دہلی سے لے کر دیوگڑھ تک ہر ہر منزل پر مسافروں کے لئے سرائیں بنوائی گئیں۔ جو شاہراہ دیوگڑھ کی طرف جاتی تھی اس شاہراہ کے کنارے اور آس پاس سایہ دار درخت لگانے شروع کر دیئے گئے تھے تاکہ مسافر سایہ دار درختوں کے نیچے آرام سے سفر طے کر لیا کریں۔

سلطان محمد تغلق نے دہلی سے دیوگڑھ منتقل ہونے کے بعد دیوگڑھ کا نام تبدیل کر کے اس کا نام دولت آباد رکھا اور اس میں بہت عظیم الشان عمارتیں بنانا

شروع کر دیں۔ دیوگڑھ قلعہ کے آس پاس خندق کھود کر دولت آباد گھاٹ اور اس کے پاس بڑے بڑے حوض بنوائے اور خوبصورت باغ لگوائے۔ کہتے ہیں مرکز کی اس تبدیلی کی وجہ سے بہت سے غریب لوگوں کی حالت بہتر ہوگئی اس لئے کہ انہیں شاہی خزانے سے خاصی بڑی رقمیں سلطان نے ادا کیں جس طرح سلطان محمد تغلق نے دولت آباد کو آباد کیا مؤرخین لکھتے ہیں اس طرح دنیا میں کوئی اور شہر آباد نہ ہوا ہوگا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں اگرچہ آب و ہوا کے لحاظ سے دولت آباد اچھا شہر تھا لیکن سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ یہ ایران اور ترکستان کی مملکتوں سے دور تھا۔ بہر حال اپنا مرکز حکومت دہلی سے دولت آباد منتقل کرنے کے بعد سلطان محمد تغلق نے ایک مہم کی ابتداء کی اپنے لشکر کو اس نے استوار کیا اور کندھانہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا۔

کندھانہ پونا کے قریب ایک مشہور تاریخی شہر تھا اور اس کا راجہ نائک تھا۔ کہتے ہیں جہاں یہ راجہ انتہا درجہ کا بہادر، شجاع اور جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا وہاں کندھانہ کے قلعے کا بھی کوئی جواب نہ تھا۔ کہا جاتا ہے کندھانہ نام کا یہ قلعہ ایک بلند کوہستانی سلسلے کی چوٹی پر بنا ہوا تھا اور اس قدر مضبوط اور مستحکم بنایا گیا تھا کہ مؤرخین اسے فلک البروج کے نام سے تشبیہ دینا مناسب خیال کرتے ہیں۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ بڑے بڑے عالی مرتبہ اور بلند ہمت بادشاہوں کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی کہ اس قلعہ پر حملہ آور ہونا بہت دور کی بات اس قلعے کے کنگروں کو آنکھ اٹھا کر دیکھ سکیں۔

لیکن سلطان محمد تغلق نے اس نا قابل تسخیر خیال کیے جانے والے قلعے پر حملہ آور ہو کر اسے فتح کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

سلطان جب کندھانہ کے قریب گیا تو شہر میں محصور ہو کر راجہ ناک نائیک نے بڑی جرأت مندی اور جانبازی سے سلطان کا مقابلہ کیا لیکن سلطان نے بھی عجیب جرأت مندی اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حملے شروع کیے۔ جہاں قلعہ کندھانہ نا قابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا اور اس کی فصیل بہت اونچی اور نا قابل عبور تھی وہاں سلطان محمد تغلق نے بھی خوب انتظام کیا۔ اس نے لکڑی کے اتنے اونچے اور بڑے بڑے برج بنوائے اور ان برجوں میں اپنے لشکریوں کو بٹھا کر اس نے اس شدت سے شہر پر حملے شروع کیے کہ کندھانہ شہر اور قلعے کا راجہ نائیک بدحواس ہو گیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ اگر مزید جنگ جاری رہی تو محمد تغلق شہر کو فتح کر لے گا۔ شہر اور قلعے کی بری حالت کرے گا لہٰذا راجہ ہمت ہار بیٹھا اور ایسا بدحواس اور پریشان ہوا کہ اپنے قلعے سے نکل کر سلطان محمد تغلق کی خدمت میں حاضر ہوا، معافی مانگی اور امان طلب کی۔

سلطان محمد تغلق نے اسے معاف کر دیا اور معافی ملنے پر وہ بڑا خوش ہوا اور سلطان کے درباریوں میں شامل ہو گیا۔ اس طرح بڑے احسن طریقے سے کندھانہ نام کے نا قابل تسخیر قلعے کو فتح کرنے کے بعد سلطان محمد تغلق اپنے لشکر کے ساتھ دولت آباد کی طرف چلا گیا تھا۔

✿......✿......✿......✿

کندھانہ کی فتح سے سلطان محمد تغلق فارغ ہی ہوا تھا کہ اس کے ایک سالار بہرام ابیہ نے اس کے خلاف بغاوت اور سرکشی کھڑی کر دی۔ دراصل بہرام ابیہ ملتان کے امراء میں سے ایک تھا بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ اس کی بغاوت کھڑی کرنے کی وجہ کچھ اس طرح بتائی جاتی ہے کہ جب سلطان محمد تغلق نے اپنا دارالحکومت دہلی سے دولت آباد منتقل کر دیا تو اس نے اپنے تمام امراء اور والیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اہل خانہ کے لئے دولت آباد میں نئے مکان بنوائیں اور وہیں مستقل سکونت اختیار کریں۔

اس فرمان کو مدنظر رکھتے ہوئے علی نام کا ایک منگول بہرام ابیہ کے اہل وعیال کو لینے کے لئے ملتان پہنچا اور جیسا کہ منگولوں کی عادت ہے وہ بہرام ابیہ اور اس کے رشتہ داروں سے بہت بداخلاقی سے پیش آیا اور انہیں بادشاہ کے غیض وغضب کے من گھڑت قصے سنا سنا کر ڈرایا۔

ایک دن بہرام ابیہ کا داماد مکان سے دیوان خانے جا رہا تھا کہ علی اس کے نزدیک جا کر کہنے لگا۔

”تم لوگوں نے بادشاہ کے حکم کے مطابق اپنے بال بچوں کو دولت آباد کیوں نہیں بھیجا۔ کیا تم حکومت سے نمک حرامی یا غداری کرنا چاہتے ہو؟“

یہ سن کر بہرام ابیہ کا داماد آگ بگولا ہو گیا اور کہا۔ ”تم گالی کیوں دیتے ہو؟“

جواب میں علی کہنے لگا۔ ”بے شک تم گالی ہی کے قابل ہو کیونکہ اپنے گھروں

میں اطمینان سے بیٹھے ہو اور بادشاہ کے فرمان کی تمہیں پرواہی نہیں ہے۔''

اس گفتگو سے دونوں میں تکرار ہو گئی۔ تکرار کے بعد وہ ہاتھا پائی پر اتر آئے۔ بہرام ابیہ کے داماد کے بال علی نے پکڑ کر اسے زمین پر گرا لیا اور اس پر سوار ہو بیٹھا۔

یہ سارا واقعہ بہرام ابیہ کا ایک حمایتی مسلح جوان دیکھ رہا تھا۔ وہ آگے بڑھا اپنی تلوار بے نیام کی اور علی کی اس نے گردن کاٹ دی۔

بہرام ابیہ کو جب علی کے قتل ہونے کی خبر ملی تب وہ بڑا پریشان اور فکر مند ہوا۔ اس قتل کی وجہ سے بہرام ابیہ شاہی عتاب کا تصور کر کے کانپ اٹھا تھا اور اپنی جان بچانے کی خاطر اس نے ان لوگوں کو اپنے اردگرد جمع کرنا شروع کر دیا جو سلطان محمد تغلق سے نالاں تھے۔

بغاوت کھڑی کرنے کے بعد بہرام ابیہ نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور اس لشکر کے ساتھ اس نے پنجاب کے مختلف مقامات پر لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر دیا۔

سلطان محمد تغلق کو جب بہرام ابیہ کی بغاوت کا حال معلوم ہوا تو اس نے سوچا کہ پنجاب کی یہ بغاوت اس وقت تک سرد نہ ہو سکے گی جب تک وہ خود لشکر لے کر پنجاب کا رُخ نہ کرے گا۔

یہ سوچ کر سلطان محمد تغلق اپنے لشکر کے ساتھ ملتان کی طرف روانہ ہوا۔ دوسری طرف بہرام ابیہ بھی ایک بڑا لشکر لے کر سلطان کے مقابلے پر ڈٹ گیا۔ اس طرح دونوں لشکروں میں خوفناک جنگ ہوئی۔ اس جنگ

میں ہزاروں بندگانِ خدا کا خون بہہ گیا اور بہت سے بے گناہ مارے گئے۔
سلطان محمد تغلق نے یہ جنگ ایسے خوفناک ایسے دلیرانہ اور ایسی جانبازی کے ساتھ لڑی کہ اس نے بہرام ابیہ کے لشکر کو بدترین شکست دی۔
فتح کے بعد سلطان محمد تغلق نے قتل عام کا حکم جاری کیا لیکن اسی دوران ملتان کے شیخ رکن الدین نے سلطان سے اہل ملتان کی سفارش کی لہٰذا سلطان محمد تغلق نے شیخ رکن الدین کا کہا مانتے ہوئے قتل عام کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

سلطان نے اپنی طرف سے قوام الملک کو ملتان کا حاکم بنایا اور وہ لوگ جنہوں نے بغاوت میں بہرام ابیہ کا ساتھ دیا تھا ان کے سر کاٹ کر بادشاہ کے حضور پیش کر دیئے گئے۔ بہرام ابیہ کے لشکر کو شکست دینے اور اس کا خاتمہ کرنے کے بعد سلطان محمد تغلق اپنے لشکر کے ساتھ ملتان سے نکلا۔ اس بار وہ دولت آباد نہیں گیا بلکہ اس نے کچھ سوچتے ہوئے دہلی کا رُخ کیا تھا کیونکہ شمال کے حالات کچھ خراب دکھائی دیتے تھے لہٰذا سلطان محمد تغلق نے لگاتار دو سال تک دہلی ہی میں قیام کیا۔ سلطان خود تو دہلی ہی میں رہا جبکہ اس نے اپنی والدہ، دیگر امراء اور عزیز و اقارب کو دولت آباد بھیج دیا۔ مؤرخین کہتے ہیں جب سلطان محمد تغلق نے دہلی کی بجائے دولت آباد کو مرکز بنا دیا تو دہلی ویران اور بیابان ہو گیا۔ چاروں طرف جنگلی جانوروں کے سوا کسی انسان کی آواز کانوں میں نہ پڑتی تھی۔
ان حالات کے بعد دوآبہ کے لوگوں کی بدبختی کی ابتداء ہوئی وہ اس

طرح کہ دوآبہ کے علاقے میں اگان کی وصولی کے سلسلے میں لوگوں پر سختیاں کی گئیں جس کی وجہ سے لوگ تنگ آ کر اپنے گھروں اور کھیتوں اور کھلیانوں کو آگ لگانے لگے اور مویشیوں کو لے کر گاؤں، قصبوں کو چھوڑ کر انہوں نے جنگلوں اور کوہستانی سلسلوں کی راہ لینی شروع کر دی تھی۔

دوآبہ کے لوگوں کی اس حرکت کی اطلاع جب سلطان محمد تغلق کو ہوئی تو اس نے ان کی اس حرکت کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور دوآبہ میں جس قدر ضلعے تھے ان ضلعوں کے حاکموں کو اس نے بڑی سختی کے ساتھ حکم دیا کہ وہ لوگ جو کھیتوں اور کھلیانوں کو آگ لگاتے ہیں ان کے خلاف قتل اور خون ریزی سے کام لیں اور کھیتوں اور کھلیانوں کو آگ لگانے والے کہیں بھی ملیں انہیں فی الفور قتل کر دیا جائے۔

سلطان محمد تغلق کے اس فرمان سے دوآبہ کا زرخیز حصہ بالکل ویران اور غیرآباد ہو گیا۔ راستے پر امن نہ رہے ان راستوں پر مسافروں نے سفر کرنا چھوڑ دیا اس طرح دوآبہ کی حالت بھی بڑی بری ہوئی۔

سلطان محمد تغلق نے جب دیکھا کہ لوگ جگہ جگہ اس کے خلاف بغاوتیں کھڑی کرتے ہیں، سرکشی اختیار کرتے ہیں اور کہیں بھی اسے چین لینے نہیں دیتے تب وہ انتہا درجہ کی سختی پر اتر آیا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان دنوں غیض وغضب کی حالت میں جانوروں کا شکار کرنے کی بجائے سلطان محمد تغلق نے انسانوں کا شکار کرنا شروع کر دیا تھا اور جو لوگ کہا نہیں مانتے تھے، سرکشی کرتے تھے، کھیت، کھلیانوں کو آگ لگاتے تھے، انہیں قتل کر کے اور ان کے

سر کاٹ کر قلعے کے کنگروں میں لٹکانے شروع کر دیئے تھے۔ سب سے زیادہ بدبختی اس سلسلے میں قنوج شہر کی ہوئی۔ قنوج کے لوگوں نے بھی محمد تغلق کے خلاف سرکشی اختیار کی تھی لہٰذا محمد تغلق قنوج پہنچا اور قنوج سے لے کر کرم ہوبہ تک اس نے قتل و غارت گری اور خون ریزی کا خوب بازار گرم کیا۔ اس طرح لوگ سہم گئے ڈر گئے اور اپنے اپنے گھروں کے اندر محصور ہو گئے۔

جن دنوں سلطان محمد تغلق قنوج میں اپنے مخالفوں کا قتل عام کرنے میں مصروف تھا ان دنوں لکھنوتی میں بھی اس کے خلاف بغاوت اُٹھ کھڑی ہوئی۔ لکھنوتی میں ان دنوں قدر خان حاکم تھا اس کے خلاف ایک شخص ملک فخر الدین نے بغاوت کھڑی کی اور اس نے قدر خان کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور خود لکھنوتی کے خزانے کا مالک بن گیا۔ سلطان محمد تغلق قنوج کی مہم سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اسے لکھنوتی کی خبر ملی وہ لکھنوتی سے متعلق کوئی فیصلہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ اسے ایک اور بری خبر ملی اور وہ یہ کہ اس کے مخبروں نے اسے بتایا کہ مالابار میں بھی اس کے خلاف بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی ہے اور وہاں ایک شخص سید حسین سرکشی اور بغاوت پر اتر آیا ہے اور اس نے مالابار کے بہت سے رؤسا، امیروں اور سالاروں کو موت کے گھاٹ اتار کر خود حکمران ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔

اب بیک وقت دو علاقوں میں محمد تغلق کے خلاف بغاوت اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ ایک لکھنوتی اور دوسری مالابار میں۔ محمد تغلق نے لکھنوتی کی بغاوت ختم کرنے کا ارادہ فی الحال ملتوی کر دیا اور اس نے پہلے مالابار کی بغاوت کو

ختم کرنے کا ارادہ کیا۔

اس بغاوت کو ختم کرنے کے لئے محمد تغلق نے جو پہلا قدم اٹھایا وہ یہ کہ
سرکشی اور بغاوت کھڑی کرنے والے سید حسین کے عزیز اقارب اور رشتہ داروں
کو پکڑ کر اس نے زندان میں ڈال دیا۔ اس کے بعد ایک بہت بڑا لشکر لے کر وہ
مالا بار کی طرف روانہ ہوا۔ پہلے دیو گڑھ پہنچا وہاں کے لوگوں نے کیونکہ سلطان
کے خلاف گڑبڑ کی تھی لہٰذا سلطان نے وہاں کا لگان بڑھا دیا۔ اب محمد تغلق نے یہ
طریقہ پکڑ لیا تھا کہ جہاں بھی اس کے خلاف بغاوت اور سرکشی ہوتی اور لوگ
سرکش اور باغیوں کا ساتھ دیتے تو وہ ان علاقوں میں لگان بڑھا دیتا۔ وہاں بھی
جب لگان بڑھا اور لگان وصول کرنے کے لئے سلطان محمد تغلق نے انتہائی ظالم
اور سفاک گماشتے مقرر کیے تب وہ لوگ جو لگان ادا نہ کر سکے لگان کی وصولی میں
سختی کی وجہ سے تنگ آ کر خودکشی کرنے لگے۔

دیو گڑھ کے لوگوں سے نبٹنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ محمد تغلق نے
مالا بار کا رُخ کیا۔ پہلے وہ وارنگل پہنچا سلطان محمد تغلق کی بدقسمتی کہ اس کے
وارنگل پہنچنے سے دس دن پہلے ہی شہر کے اندر بیماری اور وبا پھیلی ہوئی تھی اور
اس بیماری نے محمد تغلق کے لشکریوں پر بھی اثر کیا۔ کئی سالار، لشکری اور امراء
اس وبا کا شکار ہو گئے اس وجہ سے سلطان محمد تغلق نے مالا بار کی طرف سفر
جاری رکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس نے اپنے نائب عماد الملک کو تو وارنگل
شہر میں رہنے دیا اور خود لشکر کے ساتھ اس نے دولت آباد کا
رُخ کیا تھا۔

ان دنوں سلطان محمد تغلق شدید کشمکش کی حالت میں تھا۔ دولت آباد کی طرف جاتے ہوئے جب وہ راستے میں ایک مقام پر پہنچا تو اس کے دانتوں میں سخت درد اٹھا اور اس درد کے دوران اس کا ایک دانت گر بھی گیا۔ لشکریوں نے بادشاہ کے دانت کو ایک جگہ دفن کر دیا اور وہاں ایک مدفن بنا دیا گیا جس پر گنبد بنا دیا گیا جو ایک عرصے تک گنبد دندان تغلق کے نام سے مشہور رہا۔

سفر کرتے ہوئے سلطان محمد تغلق اپنے لشکر کے ساتھ پٹن پہنچا اور وہاں اس نے اپنے دانت کا علاج کروایا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنے ایک سالار شہاب سلطان کو نصرت خان کا لقب دے کر بیدر کا حاکم مقرر کیا۔ بیدر کے گردونواح کے تمام علاقے اس نے شہاب سلطان کے تحت کر دیئے تھے اس کے علاوہ پٹن ہی میں قیام کے دوران سلطان محمد تغلق نے اپنے استاد قتلغ خان کو دولت آباد اور مرہٹواڑی کے سارے علاقے کا حاکم بنا دیا۔ اس کے بعد پٹن ہی میں کیونکہ سلطان کی طبیعت ابھی خراب تھی لہٰذا اپنی بیماری کو نظر انداز کرتے ہوئے پالکی میں سوار ہو کر اس نے دولت آباد جانے کی بجائے دہلی کا رُخ کر لیا تھا اور دہلی کی طرف روانہ ہوتے وقت سلطان نے عام منادی کروادی کہ دہلی کے باشندوں میں سے جو چاہے دولت آباد رہے اور جس کی مرضی ہو وہ بادشاہ کے ساتھ دہلی چلا جائے۔

اس منادی کے بعد بہت سے لوگ بادشاہ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ راستے میں ایک گروہ کو مرہٹواڑی کا علاقہ اس قدر پسند آیا کہ وہ لوگ وہیں

سکونت اختیار کرنے کے لئے وہیں بیٹھ گئے تھے۔ دہلی کی طرف جاتے ہوئے سلطان محمد تغلق مالوہ کے علاقوں سے گزرا تو اسے معلوم ہوا کہ مالوہ میں اس نے جو حفاظتی چوکیاں قائم کی تھیں وہ مقامی لوگوں نے ختم کر دیں ہیں اس حرکت پر محمد تغلق بڑا برہم ہوا لہٰذا مالوہ میں سفر کرتے ہوئے راستے میں جو مقام بھی آتا بالکل ویران اور تباہ و برباد کرتا چلا گیا تھا۔ ان علاقوں میں پہلے ہی بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے غلے کی قلت کے علاوہ خشک سالی کا سامنا کیا جارہا تھا لہٰذا محمد تغلق کی ان سختیوں کی وجہ سے اس سارے علاقے میں عام انتشار پھیل گیا لیکن اس انتشار کی پرواہ کیے بغیر محمد تغلق نے دہلی کی طرف جانے کا اپنا سفر جاری رکھا۔

دہلی پہنچ کر محمد تغلق نے دیکھا کہ وہاں کا عالم اور بھی عبرت انگیز تھا۔ ہر طرف ویرانی اور بربادی کی گھٹائیں چھائی ہوئیں تھیں۔ نخوت اور مفلسی نے دہلی کو گھیر رکھا تھا۔ قحط کی ہمہ گیری نے ہزاروں جانیں لے لی تھیں اور قحط کا یہ عالم تھا کہ غلہ سترہ روپے ایک سیر کے حساب سے بھی بڑی مشکل سے میسر آتا تھا۔

دہلی پہنچ کر محمد تغلق کو جب سلطنت کی بربادی کا یہ علم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ چند دنوں کے لئے کہیں بھی تلوار سے کام نہ لیا جائے، نہ لوگوں پر ظلم کیا جائے، نہ کسی کو ستم کا نشانہ بنایا جائے۔ دراصل وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کے نرم رویے سے بھی لوگ درست ہوتے ہیں کہ نہیں۔

محمد تغلق نے جب دیکھا کہ خشک سالی کی وجہ سے لوگوں کو قحط نے گھیر

رکھا ہے تب اس نے شاہی خزانے کے دروازے کھول دیئے۔ اس نے دل کھول کر پہلے کی طرح لوگوں میں بھاری رقوم تقسیم کرنا شروع کر دیں تا کہ لوگ پہلے کی طرح آسائش کی زندگی بسر کرنا شروع کر دیں۔ ساتھ ہی اس نے کسانوں کو بھاری رقمیں دیتے ہوئے تاکید کی کہ وہ کنویں کھودیں، محنت سے ہل چلائیں، خوب اناج پیدا کریں تا کہ قحط دور ہو۔

دوسری طرف لوگ بھی تساہل پسند ہو چکے تھے۔ جو رقوم ان میں سلطان محمد تغلق نے تقسیم کیں وہ ساری رقم وصول کر کے انہوں نے کھانے پینے میں صرف کر دی اور اس طرح نجی زندگی کی ضروریات سے جو تھوڑا بہت بچا وہ کاشت کاری پر لگایا۔

کیونکہ کاشتکاری پر رقم کم لگائی گئی تھی اس کے علاوہ اس موسم میں بارش بھی کوئی نہ ہوئی لہٰذا کسانوں نے جو رقم کاشتکاری پر لگائی تھی وہ بھی وصول نہ ہوئی اس لئے کہ ہر شے کو خشک سالی نے برباد کر کے رکھ دیا تھا تاہم لوگوں کی حالت دیکھتے ہوئے سلطان محمد تغلق نے شاہی خزانے سے لوگوں کو خوب نوازتے ہوئے ان کی حالت درست کرنے کی کوششیں شروع کر دیں تھیں۔
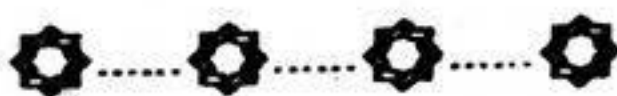
جن دنوں سلطان رعایا کی فلاح و بہبود اور ان کی حالت بہتر بنانے کے لئے خزانے سے بھاری رقوم تقسیم کر رہا تھا اور لوگوں پر اس نے ظلم وستم اور جبر بالکل ختم کر دیا تھا انہی دنوں سلطنت میں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے سلطان محمد تغلق کو پھر غیض وغضب پر اترنے کے لئے مجبور کر دیا۔

ہوا یوں کہ ملتان میں ملتان کے نائب حاکم بہزاد کو ایک شخص شاہو افغان نے پنجاب میں بغاوت کھڑی کر کے قتل کر دیا اور ملتان کے حاکم قوام الملک کو ملتان سے نکال کر وہ خود خود مختار حکمران بن بیٹھا۔

سلطان محمد تغلق کو جب شاہو افغان کی اس بغاوت کا علم ہوا تو اپنے لشکر کو منظم کر کے وہ دہلی سے نکلا، ملتان کا رخ کیا۔

ملتان کی طرف بڑھتے ہوئے راستے میں اسے خبر ملی کہ اس کی ماں جس کا لقب مخدومہ جہاں تھا انتقال کر گئی ہے۔

سلطان کو ماں کی موت کا بہت غم ہوا لیکن اس نے سفر جاری رکھا اور حکم دے دیا کہ قاعدے کے مطابق ایصال ثواب کی تمام رسمیں ادا کی جائیں۔

سلطان محمد تغلق جب اپنے لشکر کے ساتھ ملتان کے قریب پہنچ گیا تو باغی شاہو افغان کو جب خبر ہوئی کہ سلطان محمد تغلق بذاتِ خود لشکر لے کر ملتان کے قریب پہنچ گیا ہے تو وہ خوف زدہ ہوا، اس نے سلطان محمد تغلق کے نام خط

اور یہ خط اس نے ایک قاصد کے ذریعے سلطان کی طرف بھجوایا۔ اس خط میں اس نے لکھا تھا۔

''میں اپنے پچھلے جرموں پر بہت شرمندہ ہوں۔''

شاہوافغان کا خیال تھا کہ اس طرح وہ معافی مانگے گا تو سلطان اسے معاف کر دے گا لیکن بعد میں اسے خطرہ لاحق ہوا کہ بغاوت کی وجہ سے سلطان محمد تغلق اسے زندہ نہیں چھوڑے گا لہٰذا خوف زدہ ہو کر باغی شاہو افغان ہر چیز کو چھوڑ کر افغانستان کی طرف بھاگ گیا۔

سلطان کو جب خبر ہوئی کہ شاہوافغان ہر چیز چھوڑ کر بھاگ گیا ہے تب اس نے آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ ملتان میں داخل ہونے کی بجائے وہ پلٹا اور ایک بار پھر اس نے دہلی کا رُخ کیا۔

دہلی پہنچ کر جب سلطان نے مختلف علاقوں کا جائزہ لیتے ہوئے یہ جانا کہ لوگوں کی حالت ابھی تک خراب ہے اور وہ قحط اور خشک سالی کے ساتھ کشمکش میں مصروف ہیں تب ایک بار پھر سلطان محمد تغلق نے سخاوت اور رحمدلی سے کام لیتے ہوئے شاہی خزانے سے لوگوں کو بھاری رقوم دینی شروع کر دیں ساتھ ہی وہ لوگوں کو بڑی سختی کے ساتھ تاکید کرتا تھا کہ یہ کھیتی باڑی کرنے کی طرف خاص توجہ دی جائے تاکہ کم از کم لوگوں کو قحط اور بھوک سے نجات ملے۔

اس طرح سلطان محمد تغلق ایک بار پھر رعایا کی بہبود کے کام کرنے میں مصروف ہوا تھا کہ ایک اور بغاوت نے اسے برہم کر دیا۔ یہ بغاوت سمانہ

میں اٹھی۔ وہاں کے لوگوں نے باغیانہ رویہ اختیار کیا۔ بھوک اور قحط کی وجہ سے لوگ پہلے ہی تنگ آ چکے تھے لہٰذا لوگوں نے مال گزاری دینے سے بالکل انکار کر دیا چنانچہ وہ لوگ جو قحط اور خشک سالی کی وجہ سے باغی پن پر اتر آئے تھے وہ اپنے گھروں سے نکلنا شروع ہو گئے تھے۔ سلطان محمد تغلق نے حکم دیا کہ ایسے سب لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے جب سارے لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا تو محمد تغلق نے ان لوگوں کی فلاح و بہبود اور بہتری کے لئے انہیں دہلی میں آباد کر دیا۔

سمانہ کی بغاوت ختم ہوئی تھی کہ ایک اور بغاوت اُٹھ کھڑی ہوئی اس بار کھکر قوم کے سردار ملک جندر نے بغاوت اور سرکشی اختیار کی تھی اور جن علاقوں میں اس نے بغاوت کھڑی کی تھی ان علاقوں میں سلطان محمد تغلق کے حاکم تاتار خان کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور خود مختاری پر اتر آیا تھا۔

اس بار بغاوت کو ختم کرنے کے لئے سلطان محمد تغلق خود نہیں نکلا! بلکہ ملک جندر کی بغاوت کا خاتمہ کرنے کے لئے اس نے اپنے سالار خواجہ جہان کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا۔ خواجہ جہان بڑی شدت کے ساتھ کھکروں پر حملہ آور ہوا۔ انہیں اس نے تباہ و برباد کر کے ان کی بغاوت کا خاتمہ کر دیا تھا۔

سلطان محمد تغلق کی خوش قسمتی کہ جہاں کہیں بھی اس کے خلاف بغاوت اُٹھتی وہ اسے ختم کرنے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ اس دوران اس کے ذہن میں ایک اور سودا سوار ہوا۔ ایک عرصے سے اس کی خواہش تھی کہ وہ کسی طرح عباسی خلیفہ کے دربار سے حکمرانی کا پروانہ حاصل کرے کیونکہ اس کے خیال میں خلیفہ عباسی کی اجازت کے بغیر حکومت کرنا بالکل جائز نہیں تھا۔

ان دنوں کیونکہ بغداد پر حملہ آور ہو کر ہلاکو کی سرکردگی میں منگولوں نے عباسی خلافت کو درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا تاہم مصر کے مملوک حکمرانوں نے ایک عباسی شہزادے کو مصر بلا کر اسے خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ سلطان محمد تغلق کو جب اس خلیفہ کی خبر ہوئی تب پہلے تو اس نے اس خلیفہ کے ہاتھ پر غائبانہ بیعت کی، اس کے بعد اس نے اپنی سلطنت کے سکوں پر اپنے نام کی بجائے عباسی خلیفہ کا نام کندہ کروایا اس کے بعد اس نے اپنے ایک ایلچی کو نام جس کا سعید حریری تھا اسے خلیفہ کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ خلیفہ سے پروانہ حکمرانی حاصل کرے۔

سعید حریری جب واپس لوٹا تو اس کے ساتھ خلیفہ کا ایک ایلچی بھی تھا

اور خلفیہ عباسی نے سلطان محمد تغلق کو حکمرانی کا پروانہ عطا کیا تھا۔

محمد تغلق کو خبر ہوئی کہ اس کا بھیجا ہوا ایلچی واپس آرہا ہے اور عباسی خلیفہ نے اسے پروانۂ حکمرانی عطا کیا ہے تب وہ اپنے علماء، مشائخ، امراء اور سالاروں کے ساتھ دہلی سے نکل کر پانچ چھ کوس آگے گیا وہاں اپنے ایلچی سے ملا۔ اس سے خلیفہ کا پروانہ حاصل کیا اسے اپنے سر پر رکھا اس موقع پر اس نے عجیب سی انکساری سے کام لیا اپنے ایلچی سعید حریری کے قدموں تک کو بوسا دیا اور چند قدم تک اس کے ساتھ پیدل بھی چلا۔

اس کے بعد وہ دہلی میں داخل ہوا سارے شہر کو اس نے آئینے کی طرح سجایا۔ شہر میں جب وہ داخل ہوا تو عباسی خلیفہ کا حکمرانی کا پروانہ ابھی تک اس نے اپنے سر پر رکھا ہوا تھا۔ پہلے اس نے اس حکمرانی کے پروانے پر ان گنت اشرفیاں صدقہ کیں اس کے بعد جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں خلیفہ کا نام بھی خطبوں میں شامل کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس نے ایک عجیب وغریب حکم جاری کیا۔

اس سے پہلے خطبے میں دہلی کے تمام سلطانوں کے ناموں کے علاوہ محمد تغلق اپنے باپ کا نام بھی دعا نامہ اور مغفرت میں شامل کرتا تھا لیکن اس نے اپنے باپ کے ساتھ ساتھ دوسرے سلطانوں کے نام بھی مغفرت ناموں سے نکال دیئے۔ اس کا کہنا تھا کہ کیونکہ ان سب نے عباسی خلیفہ سے حکمرانی کا پروانہ حاصل نہ کیا تھا لہٰذا وہ حکمرانی کے جائز وارث نہ تھے۔

" اس کے بعد محمد تغلق نے مختلف مقامات پر عباسی خلیفہ کا نام کندہ کروایا

اور شکرانے کے طور پر ایک انتہائی مخلصانہ خط اور ایک بے مثل، بہت قیمتی اور نفیس موتی عباسی خلیفہ کی طرف روانہ کیا۔

عباسی خلیفہ کی طرف سے حکمرانی کا پروانہ ملنے کے بعد سلطان محمد تغلق اس پروانے کی وجہ سے ابھی اسی خوشی سے لطف اندوز ہی ہو رہا تھا کہ ایک شخص کشنا نائیک نے بغاوت کھڑی کردی۔ یہ کشنا نائیک لدھر دیو کا بیٹا تھا اور ان دنوں اس نے وارنگل میں قیام کیا ہوا تھا۔

سلطان محمد تغلق کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کے بعد کشنا نائیک نے کرناٹک کے طاقتور راجہ بلال دیو کے ہاں جا کر پناہ لی اور راجہ سے درخواست کی کہ مسلمانوں نے کرناٹک اور تلنگانہ کے علاقوں پر قبضہ کر کے یہ ارادہ کیا ہے کہ سارے غیر مسلموں کو موت کے گھاٹ اتار دیں اس لئے اب ہمیں بھی خاموش نہ رہنا چاہیے اپنی حفاظت ہمارا فرض ہے۔

کشنا نائیک کی اس تجویز پر کرناٹک کے راجہ بلال دیو نے اپنے سارے ماتحت والیوں، حاکموں کو اپنے صدر مقام میں طلب کرلیا۔ سب کے ساتھ اس نے مشورہ کیا اور بہت سوچ و بچار کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ بلال دیو ایک لشکر تیار کرے۔ اس کے ماتحت والی بھی لشکر بھیجیں اس کے بعد تیاری کر کے سلطان محمد تغلق کا مقابلہ کیا جائے اور مالا بار، دھول سمندر، کمپلا اور ایسے ہی دیگر علاقے سلطان محمد تغلق کے قبضے سے چھین کر اپنے تصرف میں لائے جائیں۔

ساتھ ہی ساتھ کرناٹک کے راجہ بلال دیو نے کشنا نائیک کو یہ مشورہ

بھی دیا کہ وہ خود بھی جوان مردی اور جرأت مندی کا مظاہرہ کرے واپس
وارنگل جائے اور وہاں ایسے حالات پیدا کردے کہ وہاں سے سلطان محمد تغلق
کے والی کو نکال کر خود وارنگل پر قابض ہو جائے۔

کشنا نائیک نے بلال دیو کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور وہ کرناٹک
سے نکل کر وارنگل کی طرف چلا گیا تھا۔

دوسری طرف بلال دیو نے اپنے سرحدی کوہستانی سلسلوں کے اندر
اپنے بیٹے بھجن رام کے نام پر ایک دشوار گزار جگہ پر ایک شہر آباد کیا۔ اس شہر کا
نام اس نے شروع میں بھجن نگر رکھا۔ یہی بھجن نگر کثرت استعمال سے بعد میں
بیجا نگر کے نام سے مشہور ہوا اور یہ شہر آج بھی بیجا نگر کے نام سے موجود ہے۔

بہر حال کرناٹک کے راجہ بلال دیو نے کشنا نائیک کو ایک خاصا بڑا لشکر
مہیا کیا اور اسے یہ مشورہ دیا کہ اس لشکر کے ساتھ وہ وارنگل پر قبضہ کرے
چنانچہ کشنا نائیک اس لشکر کو لے کر وارنگل کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے
وارنگل میں سلطان تغلق کے حاکم عماد الملک کو مار بھگایا اور عماد الملک دولت
آباد کی طرف چلا گیا جبکہ ان دنوں سلطان محمد تغلق نے دہلی میں قیام کیا ہوا
تھا۔

کرناٹک کا راجہ بلال دیو کشنا نائیک کی اس کارگزاری سے بے حد
خوش ہوا لہٰذا اس نے اسے ایک اور لشکر مہیا کیا ساتھ ہی اسے رسد کا کافی
سامان بھی دیا اور اس کے لئے یہ پیغام بھیجا کہ اس نے وارنگل پر قبضہ کر کے
بہت بڑا معرکہ سر کیا ہے لہٰذا دوسرے علاقوں پر بھی قابض ہونے کی کوشش

کرے۔

اب کیونکہ کشنا نائیک کی عسکری طاقت میں اضافہ ہو چکا تھا لہٰذا وہ حرکت میں آیا۔ وارنگل کو وہ پہلے ہی استحکام دے چکا تھا لشکر کو لے کر وہ نکلا اور اس نے مالا بار اور دھول سمندر کے سابق راجاؤں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے بعد ان علاقوں پر بھی حملہ آور ہو کر وہاں بھی قبضہ کر لیا تھا۔

اب سلطان محمد تغلق کی سلطنت میں یوں فتنہ فساد برپا ہوا کہ جنوب میں گجرات اور راج گڑھ کے سوا کوئی اور علاقہ اس کے قبضے میں نہ رہا۔ سلطان کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔ فی الفور وہ لشکر تیار کر کے جنوب کے ان علاقوں پر حملہ آور بھی نہیں ہونا چاہتا تھا اس لئے کہ ان دنوں ایک تو خشک سالی ابھی تک جاری تھی بہت سے لوگ قحط کا شکار تھے۔

اور پھر سب سے بڑی بات کہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک سالی لگاتار چل رہی تھی۔ ان حالات میں سلطان محمد تغلق لشکر لے کر کرناٹک پر حملہ آور نہیں ہونا چاہتا تھا اس کا خیال تھا کہ اگر ایسا کیا گیا تو قحط کے آثار اور زیادہ گہرے ہو جائیں گے۔

اس موقع پر اس نے یہ قدم اٹھایا کہ اس نے اپنے سارے امراء کو حکم دیا کہ شہر کے سارے دروازے کھول دیئے جائیں۔ دہلی شہر کے اندر کیونکہ قحط کے آثار بڑے سخت ہیں لہٰذا شہر کے لوگ اگر دہلی سے نکل کر دوسرے علاقوں میں اپنے عزیز و اقارب کے پاس یا کسی ایسی جگہ جانا چاہیں جہاں وہ

قحط سے نجات حاصل کر سکیں تو انہیں جانے کی اجازت ہے۔

بادشاہ کے اس حکم سے کچھ لوگ خوش ہوئے دہلی سے نکل کر کچھ نے تو بنگال کا رُخ کیا، کچھ لوگ اپنے دور نزدیک کے عزیز و اقارب کی طرف چلے گئے اس طرح لوگوں کو کچھ سکون ہوا۔ اس موقع پر سلطان محمد تغلق نے دیکھا کہ بارش بھی نہیں ہو رہی اور قحط بھی پھیلا ہوا ہے تب اس نے اسے قدرت کی ستم ظریفی جانا اور قحط کو بلائے آسمانی تصور کرتے ہوئے وہ خود بھی دہلی سے نکلا۔

بادشاہ پٹیالی اور کمپلا سے ہوتا ہوا دریائے گنگا کے ساحل پر پہنچا جو لوگ اس کے ساتھ تھے انہیں حکم دیا کہ یہیں پر مقیم ہو جائیں جہاں سلطان نے قیام کیا اس جگہ کا نام سرکرواری رکھا گیا۔ یہاں قیام کے دوران سلطان نے یہ قیام کیا کہ کڑا، اودھ اور دیگر بہت سے علاقوں سے اس نے غلہ اناج اور ضروریات کی دیگر اشیاء منگوا کر لوگوں کو مہیا کرنا شروع کر دیں۔ قحط کے مارے ہوئے، خشک سالی سے گھبرائے ہوئے لوگ دریائے گنگا کے کنارے سرکرواری میں آ کر جمع ہونے لگے تھے۔ یہاں لوگوں کو کسی قدر چین نصیب ہوا اس لئے کہ جب محمد تغلق نے مختلف علاقوں سے غلہ منگوا منگوا کر وہاں غلہ اور ضروریات کی دوسری اشیاء مہیا کرنا شروع کیں تو ضروریات زندگی کی اشیاء کافی حد تک ارزاں ہو گئی تھیں۔

قحط اور خشک سالی کے اس دور میں سلطان محمد تغلق کے ایک امیر عین الملک نے بڑا کام سرانجام دیا۔ اس نے ظفر آباد اور اودھ سے جنس اور غلہ اور

ضروریات زندگی کی دوسری چیزیں بڑی تیزی سے دریائے گنگا کے کنارے سرکواری میں پہنچانا شروع کیں اس طرح وہاں لوگوں کوکسی قدر قحط سے نجات ملی۔

کہتے ہیں سلطان محمد تغلق عین الملک کے اس حسن سلیقہ اور انتظام کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا اس کی خدمات پر بہت تحسین اور آفرین بھیجی۔ پھر حالات کی ستم ظریفی جن دنوں سلطان محمد تغلق نے دریائے گنگا کے کنارے سر کرواری کے مقام پر قیام کیا ہوا تھا اور وہ لوگوں کو ضروریات زندگی فراہم کرنے میں مصروف تھا انہی دنوں اس کے لئے تین بڑے فسادات اور ہنگامے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

پہلا فساد اور ہنگامہ نظام نام کے ایک شخص نے کڑا کے علاقے میں کھڑا کیا۔ کہتے ہیں یہ نظام ایک نیچ اور خراب آدمی تھا اس نے جب دیکھا کہ مملکت کے اندر قحط اور خشک سالی نے ہر چیز کو بار رکھا ہے تو ان حالات سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس نے کڑا میں سرکشی اختیار کی۔ اپنا نام نظام سے سلطان علاؤالدین رکھ کر خود کو بادشاہ مشہور کر دیا اور چاروں طرف دنگا فساد برپا کرنے کے لئے کوششیں کرنے لگا۔ ابھی وہ ان کوششوں کی ابتداء ہی کرنا چاہتا تھا کہ اس کے ان ارادوں کی خبر سلطان محمد تغلق کو ہوگئی لہٰذا سلطان محمد تغلق کا امیر اور سالار عین الملک ایک لشکر کے ساتھ اس نظام کے خلاف حرکت میں آیا۔ اس پر حملہ آور ہو کر جو باغی اور سرکش لوگ اس کے ساتھ ہوئے تھے انہیں تہہ تیغ کر دیا اور جنگ کے دوران نظام کو گرفتار کر لیا گیا اور اس کا سر قلم کر کے سلطان محمد تغلق کی طرف روانہ کر دیا گیا اس طرح پہلے دنگے اور فساد پر بڑی آسانی سے قابو پا لیا گیا تھا۔

دوسرا اور کسی قدر بڑا فتنہ دکن میں برپا ہوا تھا۔ اس ہنگامے اور فتنے کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ سلطان محمد تغلق نے اپنے ایک امیر نصرت خان کو بیدر کے علاقے کا ٹھیکہ ایک لاکھ کی رقم کے عوض دیا تھا۔ اب اس نصرت

خان کی بدبختی کی ابتداء کچھ اس طرح ہوئی کہ وہ مقررہ رقم وقت پر سلطان محمد تغلق کی طرف روانہ نہ کرسکا جب ایسا ہوا تو اس کے دل میں کھوٹ پیدا ہونا شروع ہوئی اور پھر جب اس نے دیکھا کہ سلطنت میں حالات پہلے ہی سلطان کے خلاف ہیں اگر وہ بھی اُٹھ کھڑا ہو تو ہو سکتا ہے وہ ایک خودمختار حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

لہٰذا یہ صورت دیکھتے ہوئے باغی ہو کر اس نے بیدر کے علاقے میں دفاع کو مضبوط کرنا شروع کر دیا۔ سلطان محمد تغلق کو خبر ہوئی کہ اس کے امیر نصرت خان نے بیدر کے علاقے میں بغاوت کھڑی کر دی ہے تو اسے بے حد صدمہ اور افسوس ہوا کیونکہ اس علاقے کا ٹھیکہ نصرت خان نے خود ہی لیا تھا اور ایک لاکھ کی رقم دینے کا وعدہ بھی اس نے کیا تھا لہٰذا اس کے اس رویے پر سلطان محمد تغلق نے قتلغ خان کو نصرت خان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔

قتلغ خان اپنے دوسرے سالاروں کے ساتھ نصرت خان کی طرف بڑھا۔ نصرت خان کا قتلغ خان وٹکراؤ ہوا اس ٹکراؤ کے نتیجے میں نصرت خان کو بدترین شکست ہوئی۔ اس کے حمایتیوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔ نصرت خان کو جنگ کے دوران گرفتار کر لیا گیا اور اسے پابہ زنجیر کر کے سلطان محمد تغلق کی طرف روانہ کر دیا گیا اس طرح دوسرا فتنہ بھی ختم ہوا۔

تیسرا اور بڑا ہنگامہ ایک شخص علی شاہ نے کھڑا کیا۔ یہ سدہ کے علاقے کے امیر ظفر علی خان علاقی کا بھانجا تھا اور شاہی مال گزاری وصول کرنے کے لئے وہ دیو گڑھ سے گلبرگہ گیا۔

وہاں اس نے دیکھا کہ اس علاقے میں مال گزاری وصول کرنے والا کوئی بھی شاہی عملہ موجود نہ تھا۔ سلطنت میں افراتفری کی وجہ سے حالات خراب تھے اور ان حالات کی وجہ سے علی شاہ نے فائدہ اٹھانے کا تہیہ کرلیا۔

اس نے اپنے تمام ساتھی امراء کو ایک جگہ جمع کیا۔ ان ساتھیوں میں زیادہ نمایاں حسن گنگوہی تھا۔ سب نے مل کر فیصلہ کیا کہ بادشاہ کے خلاف بغاوت کھڑی کر کے گلبرگہ کے حاکم کو تہہ تیغ کر کے ان علاقوں پر قابض ہوکر وہاں اپنی حکومت قائم کر لینی چاہیے۔ یہ مشورہ کرنے کے بعد یہ لوگ حرکت میں آئے۔ گلبرگہ کے علاقے میں جو سلطان محمد تغلق کا حاکم تھا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور گلبرگہ میں جس قدر مال متاع اور سرکاری سامان تھا اس پر وہ قابض ہو گئے۔

ایسا کرنے کے بعد گلبرگہ کے حاکم کے جو نمایاں سالار اور عہدے دار تھے ان سب کو بھی انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

سلطان محمد تغلق کو جب علی شاہ نام کے اس آدمی کی سرکشی کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے سالار قتلغ خان کو حکم دیا کہ وہ علی شاہ پر حملہ آور ہو۔

قتلغ خان ایک لشکر لے کر نکلا علی شاہ کے ساتھ اس کا ٹکراؤ ہوا۔ قتلغ خان نے علی شاہ کو بدترین شکست دی اور علی شاہ شکست اٹھانے کے بعد بیدر نام کے قلعے میں جا کر محصور ہو گیا۔

بیدر کے قلعے میں محصور ہونے کے بعد علی شاہ نے اندازہ لگالیا تھا کہ وہ زیادہ دیر بچ نہیں سکے گا۔ قتلغ خان جب آگے بڑھ کر بیدر کے قلعے کا محاصرہ

کرے گا تو علی شاہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گا لہٰذا اس نے اپنی عافیت اور بچاؤ اسی میں جانا کہ قتلغ خان سے صلح کر لے۔

چنانچہ اپنے سرکردہ باغی ساتھیوں کے ساتھ قتلغ خان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قتلغ خان نے ان سب کو گرفتار کر کے سلطان محمد تغلق کی طرف روانہ کر دیا۔

یہ لوگ جب سلطان کے پاس دریائے گنگا کے کنارے سرکدواری کے مقام پر پہنچے تو بادشاہ نے ان کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی بلکہ علی شاہ اور اس کے سارے باغی ساتھیوں کو ہندوستان سے نکال کر غزنی کی طرف بھیج دیا۔

اسی دوران ایک اور تبدیلی رونما ہوئی سلطان محمد تغلق نے اپنے استاد قتلغ خان کو کچھ امور کی وجہ سے دیوگڑھ سے اپنے پاس بلا لیا اور اسے ایک طرح سے معزول کر دیا گیا تھا۔ سلطان محمد تغلق کے اس تغیر و تبدل سے اس کے سالار عین الملک کو طرح طرح کے وہم آنے لگے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بادشاہ نے آخر اپنے استاد قتلغ خان کو بے خطا کیوں معزول کر دیا حالانکہ اس نے ہی دکن کی تمام بغاوتوں کو ختم کیا اور وہاں کی رعایا کو بادشاہ کی اطاعت گزار اور فرمانبردار بنایا۔

اس کے علاوہ عین الملک کو سلطان کی طرف سے وارنگل کی مہم پر پھر روانہ ہونے کا حکم ملا۔ اس سے عین الملک کے وہم پختہ ہو گئے کہ سلطان اسے دور دراز کی مہم پر جو بھیج رہا ہے تو اس کی اسے سمجھ نہیں آ رہی۔

اس موقع پر عین الملک نے یہ سوچا کہ غالباً سلطان محمد تغلق اسے جاگیر سے علیحدہ رکھنا چاہتا ہے۔ دوسری طرف اسے نئی مہم کی طرف بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے دشمنوں کے منہ میں دے دیا جائے۔

جن دنوں محمد تغلق کا سالار عین الملک ان وہموں میں پڑا ہوا تھا انہی دنوں دریائے گنگا کی طرف سے ایک گروہ بھاگ کر عین الملک کے ہاں پناہ گزین ہوا تھا۔ ان لوگوں کے پیچھے پیچھے سلطان کے لشکری بھی پہنچ گئے اس لئے کہ وہ گروہ جنہوں نے عین الملک کے ہاں پناہ لی تھی وہ ایک بہت بڑی خیانت میں ملوث تھے جب ان کی یہ خیانت ظاہر ہوگئی تو وہ سلطان کے پاس سے بھاگ کر عین الملک کی طرف چلے گئے۔ بادشاہ کے آدمیوں نے عین الملک کے پاس آ کر ان لوگوں کو گرفتار کرلیا۔

اب عین الملک کے ذہن میں یہ بات یقین کی حد تک بیٹھ گئی کہ جو ان شاہی مجرموں نے اس کے پاس آ کے پناہ لی ہے تو اس کارروائی سے بادشاہ کے دل میں عین الملک کے خلاف ضرور نفرت کا جذبہ پیدا ہو گیا ہوگا لہٰذا عین الملک کے سامنے بغاوت کرنے کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہ تھا لہٰذا اس نے باغی پن اختیار کرنے کا پکا ارادہ کرلیا۔

عین الملک نے اس سلسلے میں اپنے بھائیوں سے مشورہ کیا جو اس وقت اودھ اور ظفر آباد میں قیام کیے ہوئے تھے۔ ان سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد اس کے بھائی بھی اپنے اپنے لشکر لے کر عین الملک کی طرف روانہ ہوئے۔ عین الملک بھی نکل کھڑا ہوا تینوں نے آپس میں صلاح

مشورہ کیا اس کے بعد اچانک انہوں نے دریائے گنگا کا رُخ کیا۔ سرکدواری کے نواح میں بادشاہ کے ہاتھی اور گھوڑے چرا کرتے تھے۔ یہ تینوں بھائی اپنے لشکر کے ساتھ اس چراگاہ میں داخل ہوئے اور بادشاہ کے جس قدر ہاتھی گھوڑے تھے سب پر قبضہ کرلیا اور سلطان کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔

سلطان محمد تغلق کو ان کی اس جرأت اور جسارت کا علم ہوا تو اس نے فوراً امروہتہ، سامانہ، کول اور ہرن کے مقامات سے اپنے لشکروں کو اپنے پاس طلب کرلیا اور اپنے پرانے اور جہاندیدہ سالار خواجہ جہاں کو بھی سلطان نے اپنے پاس بلالیا۔

سلطان محمد تغلق اپنے لشکر کو لے کر خود نکلا۔ دوسری طرف عین الملک اور اس کے بھائیوں نے بھی دریائے گنگا کو پار کر کے سلطان محمد تغلق کے لشکر کے سامنے اپنے لشکر کو استوار کرنا شروع کیا۔ عین الملک اور اس کے بھائیوں کا خیال تھا کہ رعایا کیونکہ سلطان محمد تغلق سے بیزار ہے لہٰذا لوگ ان سے مل جائیں گے اور فتح ان کی ہوگی اور ساتھ ہی ان کو یہ بھی امید تھی کہ شاید سلطان خود ان کے مقابلے پر لشکر کی کمانداری کرنے کے لئے نہ آئے۔

قنوج کے میدان میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ سلطان محمد تغلق خود اپنے لشکر کے سامنے آیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ایک دم حملہ آور ہو کر سارے باغی امراء کا خاتمہ اپنے سامنے کروائے گا۔

عین الملک اور اس کے باغی بھائیوں نے جب سلطان محمد تغلق کو

انتہائی غیض وغضب کے عالم میں بہ نفس نفیس میدان جنگ میں لشکر کے سامنے دیکھا تو وہ لرزاں براندام ہو گئے۔

بہر حال دونوں لشکروں میں جنگ کی ابتداء ہو گئی۔ سلطان محمد تغلق نے اس شدت، اس سرگرمی اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حملے شروع کیے کہ عین الملک اور اس کے بھائی تھوڑی دیر مقابلہ کرنے کے بعد شکست اٹھا کر بھاگے۔

بھاگنے کے اس عمل کے دوران عین الملک کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ اس کا ایک بھائی میدان جنگ میں مارا گیا۔ دوسرا بھائی جس کا نام شہر اللہ تھا وہ زخمی ہوا تھا اور جب وہ شکست اٹھا کر بھاگا تو دریائے گنگا میں ڈوب مرا۔

باغیوں کو شکست دینے کے بعد سلطان نے بڑی شدت سے باغی لشکریوں کا تعاقب شروع کیا۔ بہت سے باغی دریا میں ڈوب کر مر گئے۔ ان گنت سلطان محمد تغلق کے ہاتھوں مارے گئے اور جو جان بچا کر بھاگے تو ان کی موت ان کے سامنے دریائے گنگا کی صورت میں تھی بہت سے دریا کو عبور نہ کر سکے دریا میں ڈوب گئے جو دریا کو پار کرنے میں کامیاب ہوئے ان کی بدبختی کہ دریا کے دوسرے کنارے پر بھی سلطان محمد تغلق نے اپنے لشکری متعین کیے ہوئے تھے وہ بچنے والوں پر حملہ آور ہوئے اور ان کا بھی خاتمہ کر دیا گیا۔

عین الملک کیونکہ زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا جب اسے سلطان محمد تغلق کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کے متعلق سلطان نے بڑے اچھے الفاظ ادا کیے۔

اپنے امراء کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان نے کہا تھا۔

"عین الملک فطری طور پر کینہ پرور، بغض و عناد، بغاوت اور سرکشی رکھنے اور پھیلانے والا انسان نہیں ہے۔ سرکشی کرنے کے سلسلے میں اس سے جو غلطی ہوئی میں اسے معاف کرتا ہوں۔"

سلطان محمد تغلق کے اس رویے سے عین الملک بڑا خوش ہوا۔ سلطان محمد تغلق نے اسے دربار میں بلا کر شاہانہ خلعت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ اسے سلطنت کے بہت سے امور کا ذمہ دار بھی ٹھہرا دیا تھا اس کے بعد سلطان محمد تغلق نے اپنے سالار خواجہ جہان کو ان باغی لشکریوں کا تعاقب کرنے کے لئے روانہ کیا تھا جو لکھنوتی کی طرف بھاگے تھے۔ سلطان نے حکم دیا تھا کہ باغیوں میں سے کوئی بھی لکھنوتی پہنچنے نہ پائے لہذا لشکر کے ایک حصے کے ساتھ خواجہ جہان ان کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

اس شاندار فتح کے بعد سلطان محمد تغلق نے دہلی کا رُخ کیا۔ دوسری طرف اس کا سالار خواجہ جہان بھی جنگ سے بھاگنے والے باغیوں کا خاتمہ کرنے کے بعد دہلی واپس آ گیا تھا۔

اسی دوران سلطان محمد تغلق کو خوشی کا ایک اور موقع نصیب ہوا اور وہ یہ کہ عباسی خلیفہ کی طرف سے ایک شخص شیخ الشیوخ بصری ہندوستان میں داخل ہوا۔ وہ سلطان محمد تغلق کے لئے عباسی خلیفہ کی طرف سے حدیث کی کتاب مشارق، قرآن مقدس کا ایک نسخہ اور خلیفہ کی طرف سے سلطان محمد تغلق کے لئے نیابت کا فرمان لے کر آیا تھا۔

سلطان کو جب اس کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ اپنے بہت سے درباریوں اور امراء کو لے کر شہر سے نکلا اور دہلی سے لگ بھگ چھ سات کوس باہر جا کر اس نے خلیفہ کے نمائندے کا استقبال کیا کچھ دور تک خلیفہ کے نمائندے کے ساتھ سلطان محمد تغلق پیدل چلا۔

خلیفہ کی طرف سے جب سلطان محمد تغلق کو خلیفہ کا نائب مقرر کیئے جانے کا فرمان ملا تو سلطان بڑا خوش ہوا۔ اس کے جواب میں سلطان محمد تغلق نے یہ طریقہ اپنایا کہ نیابت کا حکم ملنے کے بعد وہ اپنی مملکت میں جو بھی حکم دیتا وہ خلیفہ کی طرف منسوب کیا جاتا اور سلطان جو بھی حکم دیتا اس پر وہ لکھتا کہ یہ امیر المومنین خلیفہ بغداد کا حکم ہے۔

عباسی خلیفہ کے نمائندے کو سلطان محمد تغلق نے بیش قیمت انعام واکرام سے مالا مال کر کے رخصت کیا ساتھ ہی خلیفہ کے لئے نہایت بیش بہا ہیرے جواہرات اور دوسرے بہت سے تحائف بھی روانہ کیے تھے۔

انہی دنوں میں عباسی خلیفہ کے خاندان کا ایک شہزادہ بھی دہلی میں داخل ہوا۔ اس کی آمد پر سلطان محمد تغلق نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔ وہ دہلی سے نکل کر قصبہ پالم تک اس کا استقبال کرنے کے لئے گیا۔ اسے دہلی میں آباد کیا اور ایک وسیع علاقہ جاگیر کے طور پر اسے دیا ساتھ ہی دو لاکھ کی رقم اور کئی باغات کی آمدنی بھی اس کے نام کر دی۔ اس کے علاوہ اس عباسی شہزادے کو محمد تغلق نے یہ عزت بھی دی کہ جب بھی وہ شہزادہ سلطان سے ملنے کے لئے دربار میں آتا تو بادشاہ بہ نفس نفیس تخت شاہی سے نیچے اتر کر

اس کا استقبال کرتا اور تخت کے پاس اسے اپنے ساتھ برابر بٹھاتا تھا۔

جن دنوں سلطان محمد تغلق کو عباسی خلیفہ کی طرف سے یہ خوشی ملی تھی انہی دنوں اسے دکن کے بدترین حالات کی بری خبر کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ ہوا یوں کہ ان دنوں مرہٹواڑی کے علاقے میں تباہی اور بربادی کی خبریں آنی شروع ہوئیں۔ یہ علاقہ کبھی سلطان کے استاد قتلغ خان کی حکمرانی میں تھا۔ سلطان کو خبر ملی کہ قتلغ خان کے گماشتے عوام کو بہت پریشان کر رہے ہیں اور ٹیکسوں کے متعلق اور ان کی وصولیابی کے متعلق سلطان کو یہ اطلاع دی گئی کہ جہاں دس اشرفیاں ملنی چاہئیں وہاں ایک بھی نہیں مل پا رہی۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے قتلغ خان کو سلطان نے اپنے پاس دہلی بلا لیا تھا۔ اس کے واپس بلائے جانے ہی کی وجہ سے عین الملک نے بغاوت کھڑی کی تھی۔

بہر حال سلطان نے قتلغ خان کو واپس بلانے کے بعد دکن کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ہر حصے کا ایک امیر نگرانی کے لئے مقرر کیا اس امیر کو کو شک دار کا نام دیا گیا تھا۔

ساتھ ہی سلطان نے اپنی سلطنت کے بہادر اور جری سالار اور مشیر عماد الملک کو دکن کا سپہ سالار مقرر کیا۔ عماد الملک کے ساتھ کچھ اور سرکردہ امراء روانہ کیے گئے تھے جن میں سردار الملک اور یوسف بغرا نمایاں تھے۔ بادشاہ نے ان کے ذمے یہ کام لگایا تھا کہ وہ دکن سے سات کروڑ کی رقم روانہ کیا کریں گے ایک طرح سے دکن کو سلطان نے سات کروڑ کی رقم کے عوض ٹھیکے پر دیا۔

دکن کو چار حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد چاروں حصوں کے امیروں کو سلطان نے تاکید کی تھی کہ وہ ہر معاملے میں عماد الملک کے مشورے سے کام کیا کریں گے۔ ان انتظامات سے اہل دکن میں ایک طرح کا انتشار برپا ہو گیا اس لئے کہ وہ قتلغ خان کو پسند کرتے تھے اور قتلغ خان کے معزول ہونے پر اور نئے امراء کی خراب حرکتوں کی وجہ سے لوگ پریشانی کا شکار ہوئے اس طرح دکن میں جگہ جگہ بے چینی کے علاوہ سرکشی کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے اور انتظامی امور کا شیرازہ بکھرنے لگا تھا۔

سلطان ان امور کو سنبھالا دینے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی حالت بہتر بنانے پر بھی متوجہ ہوا۔ سب سے پہلے اس نے زراعت کی طرف توجہ دی اور حکم دیا کہ جس آدمی کے پاس زمین ہے اور جو زمین قابل کاشت نہیں ہے اسے ہر صورت میں قابل کاشت بنائے اور زمین جو پہلے سے کاشت ہو رہی ہے اور اس کی پیداوار معمولی ہے تو اس پیداوار میں اضافہ کیا جائے۔ زراعت کی نگرانی کے لئے سلطان نے لگ بھگ سو امراء کو مقرر کیا ساتھ ہی اس نے زراعت کی بہتری کے لئے کاشت کاروں کو شاہی خزانے سے دل کھول کر مدد دینا شروع کی۔ وہ ہر صورت میں قحط کو دور کر کے لوگوں کے لئے خوش حالی فراہم کرنا چاہتا تھا۔

اس نئے اقدام سے سلطنت میں وہ لوگ جو آوارہ وطن اور بے یار و مددگار ہو گئے تھے انہوں نے بھی کھیتی باڑی کی طرف توجہ مبذول کی۔ ان غریبوں کے علاوہ بعض کھاتے پیتے اچھی حیثیت کے لوگ بھی لالچ میں آ کر کھیتی باڑی کی

طرف متوجہ ہوئے اس لئے کہ کھیتی باڑی کرنے والوں کو سلطان بھاری رقوم دینے لگا تھا۔

کھیتی باڑی کرنے والوں سے بھی اس موقع پر کچھ غلطیاں ہوئیں۔ وہ بادشاہ کے خزانے سے بھاری رقوم تو وصول کر لیتے شاہی عطیات بھی قبول کرتے لیکن رقم کا وہ بڑا حصہ اپنی زندگی کے دوسرے اخراجات پر خرچ کر دیتے اور تھوڑی بہت رقم زراعت پر بھی اس بناء پر خرچ کر دیتے کہ کہیں وہ سلطان کے عتاب کا شکار نہ ہوں اس طرح لاکھوں کی رقم زراعت پر صرف کرنے کے باوجود بھی ان کاشت کاروں نے سلطان محمد تغلق کی خواہش کے مطابق کھیتی باڑی کو ترقی نہ دی۔
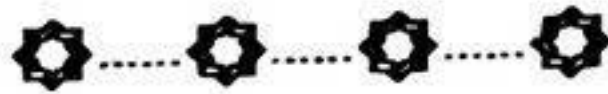
سلطان نے جب دیکھا کہ وہ خزانے سے اتنی رقوم بھی خرچ کرتا ہے، بڑے بڑے امراء اور بڑے بڑے سالاروں کو بہتری کے کاموں پر بھی متعین کرتا ہے اور اس کی مرضی کے مطابق نتیجے نہیں نکلتے تب اس نے ایک دوسرا حربہ استعمال کرنا شروع کیا۔ اس نے بڑے بڑے امراء اور اعلیٰ خاندان کے لوگوں کو نظر انداز کرتے ہوئے نیچ لوگوں کو حاکم اور ناظم بنانا شروع کر دیا۔ ان میں سے ایک شخص عزیز حمار کا انتخاب کیا جو نیچ ذات سے تعلق رکھتا تھا اسے مالوہ کا حاکم مقرر کیا گیا۔ عزیز حمار نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ کون کون سے امراء سرکشی کی خواہش رکھتے ہیں ان کی تعداد ستر نکلی ان سب کی اس نے دعوت کی جب وہ اس کے دستر خوان پر کھانا کھا چکے تو ایک دم سے عزیز حمار نے اِن پر اپنے مسلح جوان وارد کیے اور ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

سلطان، عزیز حمار کی اس کارگزاری سے بڑا خوش ہوا کہ اس نے لڑے بغیر ہی لگ بھگ ستر کے قریب غیر مخلص امراء کا خاتمہ کر کے رکھ دیا۔ اس نے عزیز حمار کو نہ صرف شاہی خلعت عطا کی بلکہ اسے انعام واکرام سے بھی نوازا اس کے بعد اس نے اسی جیسے لوگوں کا انتخاب کرنا شروع کر دیا تھا۔

مثلاً اس نے نجیاں نام کے ایک شخص کو جو ایک گویے کا بیٹا تھا گجرات،

ملتان اور بدایوں کا امیر مقرر کر دیا۔ مالی کے ایک بیٹے کو جس سے زیادہ بدطینت آدمی دارالسلطنت میں نہ ہوگا اسے وزارت کے عہدے پر مقرر کیا۔ اس کے علاوہ سلطنت کے اہم امور کو چلانے کے لئے اس نے فیرو زحجام، نان بائی، میکا اور جولاہے شیخ بابو کا انتخاب کیا اور عقیل نام کے ایک غلام کو اس نے گجرات کا وزیر مقرر کر دیا۔

اب سلطان محمد تغلق اپنے امراء پر ایک طرح سے انتقام پر تل آیا تھا۔ اس نے اندازہ لگایا تھا کہ کیونکہ شریف امراء اس کے احکامات کی تعمیل نہیں کرتے تھے اور ان کے اس تعمیل نہ کرنے کی وجہ کو سلطان ان کی نااہلیت خیال کرتا تھا لہٰذا اس کے دل میں انتقام کے جذبات جڑ پکڑنے لگے۔

سلطان کو یقین ہوگیا کہ یہ شریف زادے ہیں لہٰذا یہ بادشاہ کے احکامات کی قدر نہیں کرتے۔ کمینوں کی فطرت ہی کیونکہ غلامانہ ہوتی ہے لہٰذا وہ بادشاہ کے احکامات کو حکم خداوندی سمجھ کر بجالائیں گے۔ اس بناء پر اس نے چھوٹی ذات کے لوگوں کو مختلف علاقوں کا حاکم، والی، وزیر اور سالار مقرر کرنا شروع کر دیا تھا۔

اس سلسلے میں سب سے بہتر کارکردگی عزیز حمار نے کی۔ اس کے کارناموں کی وجہ سے اس کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی اور ملک کے گوشے گوشے سے اس کے لئے تحسین اور تعریف کی آوازیں بلند ہوئیں۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے ملک کے تمام امراء طیش میں آ گئے۔ خصوصیت کے ساتھ دکن کے امراء نے اسے اپنی بے عزتی خیال کیا اور انتقام لینے کا

ارادہ کرلیا۔

انہی دنوں گجرات کا وزیر ملک عقیل جو غلام تھا اور جسے خان جہان کا خطاب دیا گیا تھا وہ گجرات سے بہت بڑا خزانہ اور بہت سے تحائف اور گھوڑے لے کر بردوہ کے راستے دہلی کی طرف بڑھا تاکہ وہ ساری چیزیں سلطان محمد تغلق کی خدمت میں پیش کرے۔

دکن کے امیروں کو جب خبر ہوئی کہ عقیل خان تو وہ خزانہ اور دوسری اشیاء سلطان کی خدمت میں پیش کر کے مقبول ہو جائے گا اور ان کی کوئی قدر و قیمت نہ رہے گی لہٰذا انہوں نے وہ سارا خزانہ عقیل خان سے چھیننے کا ارادہ کرلیا تھا۔

لہٰذا عقیل خان ابھی اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ راستے ہی میں تھا کہ یہ باغی سالار جن کا تعلق زیادہ تر دکن سے تھا اپنے اپنے لشکریوں کے ساتھ عقیل خان پر حملہ آور ہوئے اور جو کچھ مال و متاع اس کے پاس تھا وہ لوٹ لیا اس طرح عقیل جسے خان جہان کے نام سے پکارا جاتا تھا وہ بے چارا ہر چیز لٹوا کر انتہائی ابتر حالت میں واپس گجرات کی طرف چلا گیا۔

سلطان کو جب ان سارے حالات کی خبر ہوئی تو وہ بڑا طیش میں آیا۔ اس نے گجرات جانے کی تیاریاں شروع کردیں تاکہ ان امراء پر حملہ آور ہو کر انہیں سبق سکھائے۔ اس موقع پر سلطان کے استاد اور سالار قتلغ خان نے سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔

ان امراء کے فسادات اتنے اہم نہیں جن کے سر کرنے کے لئے

سلطان بہ نفس نفیس تشریف لے جائیں اس نے پیشکش کی کہ وہ خود لشکر لے کر ان باغی امراء کا رخ کرتا ہے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر رہے گا۔

لیکن سلطان نے اپنے سالار قتلغ خان کی اس پیشکش پر کوئی توجہ نہ دی۔ اس نے دکن کے ان باغی امراء کو سبق سکھانے کا تہیہ کر لیا تھا لہٰذا اس نے اپنے چچا زاد بھائی فیروز تغلق کو اپنا نائب بنایا۔ امور سلطنت میں مدد دینے کے لئے اس کے ساتھ خان جہان اور دوسرے سالار امیر ملک کبیر کو چھوڑا اور خود دہلی سے دکن جانے کے لئے روانہ ہوا۔

اپنے لشکر کے ساتھ محمد تغلق نے پہلا پڑاؤ سلطان پور میں کیا جو دہلی سے پندرہ کوس دور تھا یہاں اس نے پڑاؤ اس لئے کیا کہ مختلف سمتوں سے جو اس نے لشکر طلب کیے تھے وہ وہاں سب جمع ہو جائیں۔

سلطان پور ہی میں محمد تغلق کو خبر ہوئی کہ اس نے اپنے جس غلام عزیز حمار کو مالوہ کا حاکم مقرر کیا تھا اسے بھی امراء نے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی تھی تا کہ یہ سارے غلام ترقی نہ کریں اور کہیں امراء ان کے مقابلے میں پیچھے نہ رہ جائیں۔ اس خبر پر سلطان محمد تغلق اور زیادہ طیش میں آ گیا تھا۔

سلطان تغلق کے پاس جہاں عزیز حمار کی موت کی خبر آئی وہاں اس کی طرف سے قاصد بھی آیا اور اس قاصد نے محمد تغلق کو عزیز حمار کا یہ پیغام دیا کہ دکن کے امراء بغاوت اور سرکشی پر اترے ہوئے ہیں اور انہوں نے راستے میں عقیل خان کو لوٹ لیا ہے اس نے یہ بھی انکشاف کیا کہ عقیل ایک بہت بڑا خزانہ، گھوڑا اود دوسری قیمتی اشیاء لے کر دہلی کا رخ کر رہا تھا تا کہ

سلطان کی خدمت میں پیش کرے لیکن امراء اس پر حملہ آور ہوئے اور ہر چیز اس سے چھین لی جس کے نتیجے میں عقیل خان بالکل ابتر حالت میں گجرات جانے پر مجبور ہو گیا تھا۔

ان ساری خبروں نے سلطان محمد تغلق کو انتہا درجہ کا غضب ناک اور برہم کر دیا تھا۔

آخر سلطان پور سے محمد تغلق نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا۔ اس موقع پر مشہور مؤرخ ضیاء الدین برنی بھی سلطان محمد تغلق کے لشکر میں شامل تھا۔ کہتے ہیں دوران سفر ضیاء الدین برنی کو مخاطب کر کے سلطان نے کہا۔

''عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ ملک میں ریشہ دوانیاں بادشاہ کی سیاست سے پھیلتی ہیں لیکن بادشاہ اکیلا ہی اس کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔'' اس نے مؤرخ برنی سے یہ بھی کہا۔ ''برنی تم نے تاریخ کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں اور تم بتا سکتے ہو کہ کن کن موقعوں پر بادشاہ کی سیاست درست اور حق بجانب ہوتی ہے۔''

کہتے ہیں اس موقع پر علامہ برنی نے سلطان تغلق کو مخاطب کر کے کہا۔

''تاریخ قصر دی میں رقم ہے کہ بادشاہ کے پاس سات مواقع ایسے ہیں جب وہ اپنی سیاسی حکمت عملی سے کام لے سکتا ہے اور یہ ساتوں مواقع درج ذیل ہیں جن پر سلطان بدترین سزا دے سکتا ہے قتل کرا سکتا ہے۔''

پہلا دین حق سے دور ہٹ جانا اور مرتد ہو جانا۔

دوسرا جان بوجھ کر خون ناحق کرنا۔

تیسرا شادی شدہ مرد کا شوہر والی عورت سے زیادتی کرنا۔
چوتھا بادشاہ وقت کے خلاف سرکشی اور بغاوت کرنا۔
پانچواں کسی ہنگامے اور بغاوت کا سردار بن کر فسادات برپا کرنے کا باعث بننا۔
چھٹا جب رعایا سرکشوں، باغیوں سے مل جائے اور اسلحہ اور رقم سے ایسے لوگوں کی مدد کرنا۔
ساتواں بادشاہ کے احکامات سے پھر جانا اور مکمل طور پر اس پر عمل نہ کرنا۔

برنی کے خاموش ہونے پر محمد تغلق اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"یہ جو سات جرائم تم نے بتائے ہیں جن کے لئے سلطان کڑی سزا دے سکتا ہے۔ان میں سے کون سے ایسے ہیں جو حدیث کی رو سے صحیح ہیں اور جن پر عمل کیا جا سکتا ہے۔"
جواب میں علامہ برنی کہنے لگا۔
"پہلی تین قسموں کے بارے میں صحیح حدیثیں موجود ہیں اور ان کے بارے میں فقہ کے مسائل اور حدیثوں کی تفسیر میں صاف صاف احکامات لکھے ہوئے ہیں اس کے علاوہ باقی چار جرائم ملکی فلاح اور اصلاح مملکت کے خیال سے مخصوص بادشاہوں کے لئے وضع کیے گئے ہیں۔"
برنی کے ان الفاظ کے جواب میں سلطان محمد تغلق کہنے لگا۔
"پرانے زمانے کی رعایا فرمانبردار تھی اس کے اعمال اور اقوال میں

شرافت اور صداقت تھی لیکن اس دور میں اچھائیاں، برائیوں میں تبدیل ہو گئی ہیں اور گردش لیل و نہار کی وجہ سے بادشاہ کو خود مخلوق خدا کے خون سے ہولی کھیلنا پڑتی ہے ایسا امن قائم رکھنے اور سرکشی اور بغاوت پر قابو پانے کے لئے کرنا ہی پڑتا ہے لہٰذا میرے خیال کے مطابق جو مظالم میں کر رہا ہوں یہ دو ہی صورتوں میں ختم ہو سکتے ہیں۔

پہلی صورت یہ کہ رعایا ان افعال بد کو ترک کر دے جن کی وجہ سے بادشاہ غیض و غضب اور برہمی کا شکار ہو کر ان پر مظالم ڈھاتا ہے۔

یہ مظالم ختم ہونے کی دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بادشاہ ہی اس دنیا سے اُٹھ جائے ورنہ اس سیاست پر عمل کرنا ضروری ہے۔"

اس موقع پر سلطان تغلق یہ بھی کہنے لگا۔

"ہاں ایک تیسری وجہ بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ اگر بادشاہ کے ساتھ کوئی دانش مند، صاحب بصیرت وزیر ہو اور وہ امورِ مملکت کے چلانے میں اپنے بادشاہ کی اعانت اور مدد کرے تب بھی مظالم میں کسی نہ کسی طرح کمی واقع ہو سکتی ہے۔"

بہر حال اسی طرح کی مزید ار کہانیاں سنتے اور سناتے اپنے لشکر کے ساتھ سلطان تغلق آگے بڑھتا رہا اور گجرات کے نزدیک ابوگڑھ کے کوہستانی سلسلے کے قریب پہنچ گیا۔

وہاں پہنچ کر اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا اور اپنے ایک سالار شیخ معز الدین کو سرکش اور بغاوت پر اترے ہوئے امراء سے نبٹنے

کے لئے روانہ کیا۔

اتنی دیر تک عقیل خان جسے امراء نے لوٹا تھا جسے خواجہ جہاں کہہ کر پکارا جاتا تھا وہ بھی ایک لشکر لے کر معزز الدین کے ساتھ مل گیا اس طرح دونوں لوٹنے والے امراء پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ دوسری طرف ان امراء نے بھی ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا تھا لہٰذا دونوں لشکریوں میں جنگ شروع ہو گئی۔

اس جنگ میں محمد تغلق کے سالار معزز الدین اور خان جہان دونوں نے باغی سرداروں کو بدترین شکست دی اور بغاوت کرنے والے شکست اٹھا کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس دوران تک سلطان محمد تغلق ابوگڑھ کے کوہستانی سلسلے سے کوچ کر کے بھروچ کے مقام پر جا پہنچا اور وہاں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ اسے سرکش اور باغیوں کی شکست کی خبر بھی ہو گئی تھی لہٰذا اس نے اپنے سالار عماد الملک کے حوالے ایک لشکر کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ باغی اور سرکش امیر جو شکست اٹھا کر بھاگے ہیں ان کا پیچھا کرے اور ان کا قتل عام کرے۔

عماد الملک نے بڑی برق رفتاری سے ان کا تعاقب کیا اور دریائے نربدا کے کنارے پہنچ کر عماد الملک نے بہت سے سرکشوں کو جا لیا اور ان کا قتل عام شروع کر دیا۔ کچھ امراء مارے گئے کچھ امراء بھاگ کھڑے ہوئے اور ان کے بہت سے ساتھیوں اور بغاوت کھڑی کرنے میں صلاح مشورہ دینے والوں کو پکڑ لیا۔

ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا جو سرکش اور باغی امراء اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہو گئے انہوں نے بکلانہ کے راجہ مان دیو کے مرکزی شہر کا رُخ کیا تا کہ وہاں پناہ لے لی جائے۔

مگر بکلانہ کا راجہ مان دیو سلطان کے غیض وغضب سے خوب واقف تھا۔ اسے جب خبر ہوئی کہ کچھ باغی امراء جنہوں نے سلطان محمد تغلق کے خلاف سرکشی اختیار کی تھی شکست اٹھانے کے بعد اس کے علاقوں کی طرف آ رہے ہیں تا کہ پناہ حاصل کریں تو اس نے سلطان محمد تغلق کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنے کے لئے انہیں پناہ دینے کی بجائے ان پر حملہ آور ہو کر ان میں سے اکثر کو تباہ وبرباد کر دیا اور باقی بدحالی کی صورت میں ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔

سلطان کے سالار عماد الملک نے کیونکہ دریائے نربدا تک سرکشوں کا تعاقب کر کے ان کا خوب قتل عام کیا تھا اور اپنی اس کارگزاری سے فارغ ہونے کے بعد وہ پہلے بھروچ آیا اپنے لشکر کے ساتھ چند روز اس نے قیام کیا یہاں بھی اس نے بہت سے باغیوں کو گرفتار کر کے ان کا قتل عام کیا اور جو باغی ہاتھ نہ لگے وہ آس پاس کے علاقوں میں پریشانی اور خستہ حالی کی صورت میں بھٹکنے لگے۔

اس دوران ان باغی امراء نے جو لشکر تیار کیا تھا اسے تو شکست ہو گئی تھی اور ان کے پڑاؤ سے سلطان محمد تغلق کے لشکریوں کو بہت سا سامان ملا۔ اس سامان میں وہ سارا خزانہ بھی تھا جو ان امراء نے ملک عقیل یعنی خان جہان

سے چھین لیا تھا اور یہ ساری چیزیں اور خزانہ حفاظت کے ساتھ سلطان محمد تغلق کے پاس پہنچ گیا اس کے بعد سلطان نے حکم دیا کہ گجرات اور دکن کے علاقے میں جو شخص بھی سر اٹھائے یا جس پر ذرا بھی بغاوت کا شبہ ہو اس کو فوراً قتل کر دیا جائے۔

سلطان دکن کے ان حالات سے ابھی فارغ ہوا ہی تھا اور بڑی مشکل سے اٹھنے والی اس آگ کو اس نے ٹھنڈا کیا تھا کہ اسے اس سے بھی دو بڑے فتنوں کی خبر دی گئی۔ پہلا فتنہ یہ کہ دولت آباد میں کچھ لوگ سرکشی اور بغاوت پر اترے تھے اور اس کے علاوہ جنوبی ہند میں کچھ شہروں سے بھی باغی سر اُٹھانے لگے تھے۔

یہ خبریں جب سلطان محمد تغلق کو ملیں تو اس نے اپنے دو سالاروں کو ایک لشکر دے کر روانہ کیا کہ دولت آباد کے جتنے شرانگیز امراء اور ان کے ساتھی ہیں ان کو گرفتار کر کے جہنم واصل کر دیا جائے تا کہ پھر کبھی دولت آباد اور اس کے گرد و نواح میں کوئی بغاوت نہ اُٹھے اور رعایا پریشانی اور مصیبتوں کا شکار نہ ہوں اس طرح ایک لشکر تو دولت آباد روانہ کر دیا گیا اور جنوبی ہند کے جن دوسرے علاقوں میں بغاوتیں اٹھی تھیں ان کے متعلق سلطان محمد تغلق نے اپنے دو قاصد تیار کیے۔ ان میں سے ایک کا نام علی جاندار اور دوسرے کا نام ملک احمد تھا اور یہ دونوں امیر خسرو کے قریبی رشتہ دار تھے۔ ان دونوں کو قاصد بنا کر اپنے استاد قتلغ خان کے بھائی عالم الملک کی طرف سلطان نے یہ پیغام بھجوایا کہ اپنے لشکر کے ساتھ وہ حرکت میں آئے اور رائے چور،

بدگل، گلبرگہ، گنگاوتی، گنج وتی، رائے باغ، کلہر، بیکری، اور رام گیر، غیرہ علاقوں کے اندر جس قدر بڑے بڑے امیر اور سالار ہیں اور جن کے متعلق شبہ ہے کہ وہ گزشتہ بغاوتوں میں ملوث رہے ہیں۔ ان کی طرف سے بغاوت کھڑی کرنے کا خدشہ ہے ان سب کو لشکر کے ایک دستے کے ساتھ سلطان کی طرف روانہ کرے۔

سلطان کے حکم کے مطابق عالم الملک حرکت میں آیا جن امراء کی طرف سلطان نے اشارہ کیا تھا انہیں پہلے گلبرگہ میں جمع کیا پھر سلطان کے ان دونوں ایلچیوں اور کچھ مسلح جوانوں کے ساتھ سلطان کی طرف روانہ کیا۔

یہ سارے امراء ابھی راستے ہی میں تھے کہ وہ سب ایک جگہ جمع ہوئے۔ انہوں نے ایک مشاورتی مجلس تنظیم دی انہیں شبہ ہو گیا تھا کہ سلطان محمد تغلق نے ان سب کو بلایا ہے تو یہ بغیر کسی وجہ اور علت کے نہیں ہے۔ وہ یہ بھی خیال کرنے لگے تھے کہ سلطان محمد تغلق کے ظلم اور تشدد سے سب اچھی طرح واقف ہیں لہٰذا بچاؤ کی کوئی صورت کرنی چاہیے۔

ان امراء نے جو اپنی انجمن بنائی اس نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ بادشاہ کا اس طرح طلب کرنا ہی بتا رہا ہے کہ وہ ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ لہٰذا انہوں نے سوچا کہ خود کو بھیڑ بکریوں کی طرح قصائی کے حوالے کرنا عقل مندی کے خلاف ہے لہٰذا سب نے آپس میں صلاح مشورہ کیا اور سلطان کی طرف جانے کی بجائے وہ راستے ہی میں باغی ہو گئے اور جو قاصد اور مسلح جوان ان کے ساتھ تھے ان پر حملہ آور ہو کر انہیں موت کے گھاٹ

اتار دیا ان کے پاس جس قدر سامان تھا وہ بھی لوٹ لیا۔

تاہم سلطان محمد تغلق کا ایک قاصد جس کا نام علی جامدار تھا اور وہ امیر خسرو کا رشتہ دار تھا کسی نہ کسی طرح اپنی جان بچانے کی کوشش کرتا ہوا اور بھاگتا ہوا رام گیر جا پہنچا۔

دوسری طرف سارے باغی امراء آگے بڑھے اب انہوں نے اپنے بہت سے ساتھی اپنے ساتھ ملا لیے تھے اور وہ دولت آباد کی طرف بڑھے۔ دولت آباد پہنچتے پہنچتے ان کے ساتھ کافی مسلح جوان ہو گئے تھے وہ دولت آباد میں داخل ہوئے اور شہر پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ وہاں جو شاہی خزانہ تھا اس پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔

حالات کی ستم ظریفی جس وقت یہ باغی امراء دولت آباد میں داخل ہوئے اس وقت سلطان محمد تغلق کا سالار عالم الملک بھی وہیں قیام کیے ہوئے تھا اور اس نے ان سب کو پکڑ کر سلطان کی طرف روانہ کیا تھا۔

کیونکہ عالم الملک ایک اچھے کردار اور اخلاق کا آدمی تھا لہٰذا باغی امراء نے اسے تو کچھ نہ کہا لیکن دیگر شاہی عاملوں کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور جس قدر خزانہ انہیں دولت آباد سے ملا وہ انہوں نے آپس میں تقسیم کر لیا۔

اسی دوران گجرات کے وہ امراء جنہوں نے ماضی میں سلطان کے خلاف سرکشی اور بغاوت کی تھی اور سلطان کے حملہ آور ہونے سے ڈر کر وہ ادھر ادھر بھاگ گئے تھے جنگلوں، صحراؤں اور کوہستانی سلسلوں میں جا چھپے

تھے انہیں جب خبر ہوئی کہ دکنی امراء نے دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دولت آباد پر قبضہ کرلیا ہے تب وہ بھی سارے اپنی اپنی پناہ گاہ سے نکل کر ان امراء سے جا ملے۔ اس طرح ان امراء کے لشکر میں بڑا اضافہ ہوا اور ان سارے باغیوں نے ایک شخص اسماعیل مخ کو جسے اس دور کا بہت زیادہ عقل مند، جری اور بہادر خیال کیا جاتا تھا نصر الدین اسماعیل کا لقب دے کر اپنا بادشاہ بنالیا۔

سلطان محمد تغلق کو جب ان سالاروں کی اس جرأت و جسارت کی خبر ہوئی تو وہ لشکر لے کر نکلا اور بذاتِ خود ان باغی امراء پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کرلیا۔

دوسری طرف باغی امراء بھی اپنا لشکر لے کر دولت آباد سے نکلے اور دولت آباد کے نواح میں سلطان کے لشکر اور باغی امراء کے لشکر میں ہولناک ٹکراؤ ہوا۔ باغیوں کے لشکر کی تعداد زیادہ تھی اور پہلے ہی حملے میں سلطان کے لشکر کے دائیں بائیں پہلوؤں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کردیا۔ قریب تھا کہ سلطان کے لشکر کو شکست ہو جاتی لیکن درمیانی حصے میں سلطان محمد تغلق خود تھا وہ ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹا سلطان محمد تغلق کی یہ دلیری اور جرأت کام آ گئی اس نے باغیوں کے وسطی حصے کا جو سالار تھا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

اس سالار کے قتل ہوتے ہی آناً فاناً سلطان کے لشکر نے باغیوں پر حاوی ہوتے ہوئے ان کا قتل عام شروع کردیا تھا اس دوران سورج غروب ہوگیا اور جب اندھیرا پھیلنے لگا تب باغیوں کو بدترین شکست ہوئی اور سب باغی ایک دوسرے کے حال سے بے خبر ہوکر جدھر کسی کا منہ اٹھا ادھر ہی

بھاگ کھڑا ہوا۔

سلطان کے ہاتھوں شکست اٹھانے اور میدان جنگ سے بھاگنے کے بعد یہ باغی امراء پھر ایک جگہ جمع ہوئے اور یہ فیصلہ کیا کہ اسماعیل مخ جسے انہوں نے اپنا بادشاہ بنایا تھا اور جسے نصر الدین اسماعیل کا خطاب دیا تھا اس کے متعلق یہ فیصلہ کیا گیا کہ وہ ایک خاصا بڑا لشکر لے کر دھارانام کے قلعے میں محصور ہو جائے اس لئے کہ اس دھارانام کے قلعے ہی میں ان باغیوں نے خوراک کے ذخائر، ہتھیاروں کے ذخیرے اور دوسرا ضرورت کا سامان رکھا ہوا تھا۔ دوسرا یہ فیصلہ کیا کہ باقی امراء پیچھے ہٹ کر اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے جائیں۔

یہ بھی فیصلہ کیا کہ سلطان محمد تغلق یقیناً پہلے دولت آباد میں داخل ہوگا اور دولت آباد سے نکل کر اگر وہ دکن کے علاقوں کی طرف آگے بڑھے تو سامنے کی طرف سے سارے باغی امراء پھر اکٹھے ہوکر اور اپنے اپنے لشکر لے کر سلطان سے ٹکرا جائیں اور پشت کی جانب سے اسماعیل قلعہ دھارا سے نکلے اور سلطان محمد تغلق کی پشت سے حملہ آور ہوکر اپنی فتح کو یقینی بنا لیں۔

دوسری طرف سلطان محمد تغلق کو بھی یہ سب خبریں پہنچ رہی تھیں جب یہ سارے امراء شکست اٹھا کر بھاگے تو اسماعیل مخ جسے انہوں نے دکن کا سلطان بنا لیا تھا وہ تو دھارانام کے قلعے میں محصور ہو گیا باقی امراء وہاں سے ہٹ گئے ان باغی امراء کو شکست دینے کے بعد سلطان محمد تغلق دولت آباد آیا اور اس نے دولت آباد کے محل خاص میں قیام کیا۔

یہاں قیام کے دوران اس نے نہ صرف اپنے لشکریوں کو ستانے کا موقع فراہم کیا بلکہ اپنی تیاری کر کے اس نے دھارانام کے قلعے پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا جہاں اسماعیل مخ محصور تھا۔

اپنی تیاری) کرنے کے بعد سلطان محمد تغلق دولت آباد سے نکلا قلعہ دھارا کا رخ کیا اور اس کا محاصرہ کرلیا۔

قریب تھا کہ سلطان محمد تغلق دھارانام کے اس قلعے کو فتح کرلیتا کہ اسے ایک اور بری خبر ملی اور وہ یہ کہ گجرات کی طرف ایک امیر طغی نے سلطان کے خلاف بغاوت کھڑی کردی تھی۔ ادھر ادھر چھپے ہوئے سارے باغی اس کے ساتھ مل گئے تھے اس باغی نے گجرات میں جو سلطان محمد تغلق کا حاکم تھا اس پر حملہ آور ہوکر اسے قتل کر دیا۔ بہت سے سرکاری ملازمین کو گرفتار کرلیا۔ کنپاہٹ شہر کو برباد کر کے وہ بھروچ کے قلعے کی طرف بڑھا اور وہاں اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہو گیا تھا۔

یہ خبر جب سلطان کو پہنچی تو وہ بڑا برافروختہ ہوا۔ اس موقع پر سلطان نے اپنے سالاروں میں سے خداوند زادہ اور بہرام الدین بلگرامی وغیرہ کو ایک لشکر دے کر قلعے کا محاصرہ جاری رکھنے کا حکم دیا اور خود لشکر کا دوسرا حصہ لے کر گجرات کی طرف بڑھا۔

سلطان محمد تغلق نے بڑی برق رفتاری سے جنوب کی طرف سفر کیا تھا وہ فوراً باغی امیر طغی پر حملہ آور ہو کر اس کی بغاوت کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا۔ سلطان محمد تغلق دریائے نربدا کو پار کر کے بھروچ پہنچا۔ طغی کو جب خبر ہوئی کہ سلطان

بڑی تیزی سے اس کا خاتمہ کرنے کے لئے بھروچ کا رُخ کیے ہوئے ہے تو وہ بھروچ سے بھاگ کر کنبایت کی طرف چلا گیا۔ سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ بھروچ میں قیام کرلیا اور اپنے ایک سالار یوسف کو لشکر کا ایک حصہ دے کر طغی کا تعاقب کرنے کے لئے روانہ کیا۔

کنبایت کے پاس ہی سلطان کے سالار اور طغی کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی۔ اس معرکہ آرائی میں طغی نے یوسف کو شکست دی۔ سلطان کے بہت سے لشکری مارے گئے جو اس جنگ سے بچے وہ بھاگ کر سلطان کے پاس پہنچ گئے اس طرح طغی کی بغاوت دن بدن پھیلنے اور بڑھنے لگی تھی۔

سلطان کو جب طغی کی فتح اور اپنے سالار کی شکست کی خبر ملی تو وہ سخت غصے میں آیا اور خود لشکر لے کر کنبایت کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ طغی کو جب خبر ہوئی کہ سلطان خود اس کا مقابلہ کرنے کے لئے آرہا ہے تو وہ کنبایت سے بھاگ کر احمد آباد میں جا کے چھپ گیا۔ سلطان بھی اس کا تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ سلطان کے خوف سے طغی وہاں سے بھاگ کر نہروالا کی طرف چلا گیا۔ اس دوران بارشوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ موسلا دھار بارشوں نے چاروں طرف جل تھل کر کے رکھ دیا تھا جس کی وجہ سے سلطان کو لگاتار ایک مہینہ احمد آباد ہی میں قیام کرنا پڑا۔

اسی دوران طغی نے اچھی خاصی طاقت اور قوت پکڑلی۔ اپنے لشکر میں بھی اضافہ کرلیا لہٰذا اس لشکر کے ساتھ وہ احمد آباد سے نکلا اور کڑی کے مقام

پر اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ سلطان محمد تغلق کو جب خبر ہوئی تو اس نے بارش کی پروا کیے بغیر احمد آباد سے کوچ کیا اور اپنے لشکر کے ساتھ اس نے بھی کڑی کا رُخ کیا تھا۔

گو سلطان محمد تغلق کے لشکر کی تعداد کم اور طغی کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی اس کے باوجود سلطان محمد تغلق نے ڈٹ کر باغی طغی کا مقابلہ کیا دونوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی اور اس جنگ میں بادشاہ نے کڑی کے مقام پر طغی کو بدترین شکست دی اور طغی گھنے جنگل اور جھاڑیوں کا سہارا لیتا ہوا نہر والا کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان نے اس کے ان گنت باغی ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

شکست اٹھانے کے بعد طغی نہر والا کی طرف بھاگا تھا لیکن اسے یقین تھا کہ سلطان اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا اور اگر اس نے کہیں ٹھہرنے یا زیادہ دیر قیام کرنے کی کوشش کی تو سلطان اس کے سر پر آ پہنچے گا اور اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ انہی خیالات کے تحت اس نے اپنے بال بچوں اور کچھ لواحقین کو ساتھ لیا اور نہر والا سے نکل کر رن کچھ سے ہوتے ہوئے اس نے سندھ کا رُخ کیا تھا۔

جنوبی ہند میں اس وقت جس قدر راجے، مہاراجے تھے انہیں جب پتا چلا کہ سلطان جنوبی ہند میں داخل ہوا ہے تو وہ خوف زدہ ہوئے کہ کہیں سلطان اپنی ترنگ میں آ کر ان پر حملہ آور نہ ہو جائے لہٰذا وہاں کے تمام حکمران اور راجے مہاراجے انتہائی قیمتی تحفے تحائف لے کر سلطان کی

خدمت میں حاضر ہوئے سلطان کو اپنی وفاداری اور اطاعت کا یقین دلایا۔
سلطان نے کچھ عرصہ گجرات میں قیام کیا اور وہاں جو غریب لوگ اور قحط اور
خشک سالی کے مارے ہوئے تھے ان کی اس قدر مدد کی کہ مؤرخین لکھتے ہیں
کہ اس کی مدد اور وہاں قیام کی وجہ سے گجرات کی بدحالی بالکل دور ہوگئی اور
اس علاقے میں خوش حالی اور شادابی نظر آنے لگی۔
اب باغی سردار طغی تو رن کچھ سے ہوتا ہوا مغرب کی طرف بھاگ گیا
تھا اس کے باغی ساتھی جو ادھر ادھر منڈلاتے پھر رہے تھے ان علاقوں کے
جن راجاؤں نے سلطان کو اپنی وفاداری اور اطاعت کا یقین دلایا تھا ان
راجاؤں نے باغیوں کو پکڑ پکڑ کر اور ان کے سر قلم کرتے ہوئے سلطان کو پیش
کرنے شروع کر دیئے تھے۔ اس طرح وہاں قیام کے دوران ہی سلطان
نے کافی باغیوں کا خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا۔
دوسری طرف وہ باغی جنہوں نے اسماعیل مخ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر کے
اسے دھارانام کے قلعے میں محصور رہنے کے لئے کہا تھا اور خود اپنے علاقوں
کی طرف چلے گئے تھے تاکہ سلطان جب ان دونوں کے بیچ میں آئے تو
دونوں طرف سے حملہ کر کے اسے نقصان پہنچائیں۔ انہیں جب خبر ہوئی کہ
سلطان نے طغی جیسے سرکش کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے جس کے پاس ان
کی نسبت زیادہ لشکر تھا تب وہ بڑے خوف زدہ ہوئے۔
اسی خوف کی وجہ سے اسماعیل مخ نے جسے جنوب کا بادشاہ بنایا گیا تھا
خوف کے باعث بادشاہت سے استعفیٰ دے دیا اور اپنی طرف سے اس نے

ایک اور امیر کو یہ عہدہ دے دیا۔ ایک موقع پر ان باغی سالاروں نے بھی ایک بہت بڑا لشکر جمع کر کے قسمت آزمانے کی کوشش کی تھی لیکن انہیں ہمت نہ پڑی سلطان محمد تغلق کا خوف اس قدر ان پر سوار تھا کہ وہ اپنی جانیں بچانے کے لئے خود ہی ادھر ادھر بھاگتے پھرتے تھے۔

کہتے ہیں سلطان نے ان علاقوں میں قیام کے دوران طغی کا پیچھا کرنے سے پہلے کرنال کو فتح کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ کرنال وہی علاقہ ہے جسے آج کل جونا گڑھ کا نام دیا گیا ہے۔

سلطان محمد تغلق کرنال پر حملہ آور ہوا اسے فتح کرلیا اور وہاں کے راجہ کو اپنا خراج گزار بنا کر آگے بڑھا۔ اب ان علاقوں میں سلطان کی دہشت اور خوف مزید بڑھ گیا تھا یہاں تک کہ کنگا دیو جورن پچھ کا راجہ تھا اس نے بھی سلطان کی فرماں برداری قبول کرلی اور سلطان کے ماتحت حکمرانی کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ کرنال کو فتح کرنے کے بعد اب سلطان نے مغرب کا رُخ کیا وہ ہر صورت میں طغی کا پیچھا کرتے ہوئے اسے کیفر کردار تک پہنچانا چاہتا تھا۔

راستے میں ایک مقام پر سلطان بیمار پڑ گیا۔ وہاں اس نے قیام کرلیا اور چند ہی دن میں وہ بیماری سے چھٹکارا حاصل کر کے صحت یاب ہو گیا۔

اب سلطان کو خبر ہوئی کہ باغی طغی نے ٹھٹھہ کی سرزمینوں میں جا کر پناہ لے لی ہے یہ خبر ملنے کے بعد سلطان نے اپنے والیوں کو حکم دیا کہ دیپالپور، ملتان اُچ اور سیوستان سے کشتیاں ٹھٹھہ کی طرف روانہ کی جائیں تا کہ وہ پیش قدمی کرتے ہوئے طغی پر وارد ہو اور اس کا خاتمہ کر دے اس طرح کشتیوں کا

بند و بست کرنے کے بعد سلطان خود بھی دریا کے کنارے پہنچ گیا۔

ٹھٹھہ کی طرف جانے کے لئے سلطان محمد تغلق ابھی راستے ہی میں تھا کہ عاشورہ کا دن آ گیا۔

سلطان نے اپنی عادت کے مطابق روزہ رکھا۔ کہتے ہیں افطار کے وقت اس نے تازہ مچھلی کھائی اور پچھلی منزلوں میں جو وہ بیمار ہوا تھا وہ بیماری ایک سخت بخار کی صورت میں پھر لوٹ آئی۔

سلطان نے اس بخار کی کوئی پروا نہ کی اور کشتی میں سوار ہو کر سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔

مؤرخین لکھتے ہیں جب وہ ٹھٹھہ سے چودہ کوس کے فاصلے پر رہ گیا تو ایک جگہ رک گیا اس لئے کہ اس کا بخار اس کا مرض آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا انتہائی بخار کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ سلطان کیونکہ بیماری ہی کی حالت میں طغی کا خاتمہ کرنے کے لئے بڑی برق رفتاری سے سفر کرتا رہا تھا اپنی بیماری اپنے بخار کو اس نے پس پشت ڈال رکھا تھا لہٰذا اندر ہی اندر مرض شدت اختیار کرتا رہا لیکن سلطان نے پیش قدمی جاری رکھی آخر ٹھٹھہ سے چودہ کوس کے فاصلے پر سلطان محمد تغلق بخار کی گرمی سے بے چینی اور انتہاء درجہ کی پریشانی محسوس کرنے لگا حتیٰ کہ اکیس محرم کو سلطان محمد تغلق جیسا جری اور پرہیبت شان و شوکت رکھنے والا حکمران ختم ہو گیا۔

سلطان کو جگہ جگہ بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن وہ بڑا پر عزم تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک بار اس نے ضیاء الدین برنی سے پوچھا۔ ''میری

سلطنت میں طرح طرح کے امراض پیدا ہو گئے ہیں اگر ایک مرض کا علاج کیا جاتا ہے تو دوسرا مرض بڑھ جاتا ہے۔"

جواب میں مؤرخ ضیاء الدین برنی نے کہا۔

"اگر کسی حکمران سے اس کی رعایا نفرت کرے اور ملک میں سرکشی اور بغاوت پھیل جائے تو بادشاہ کے لئے چارہ کار یہی ہے کہ اپنے بھائی یا بیٹے کو جانشین کر دے اور خود گوشہ گیر ہو جائے۔

اور اگر وہ مسند حکومت چھوڑنا مناسب نہ سمجھتا ہو تو ان باتوں سے پرہیز کرے جن کی وجہ سے رعایا نفرت کرتی ہے۔"

کہتے ہیں جواب میں سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"میرا تو کوئی بیٹا بھی نہیں ہے جسے میں اپنا جانشین مقرر کروں اور جو میرے بعد یہ فرائض انجام دے سکے اور نہ ہی میں خود ہی ملک کی سیاست سے الگ رہنا چاہتا ہوں۔ یہ جو کچھ سلطنت میں ہو رہا ہے اس کی پرواہ کیے بغیر میں اس کا سدباب کرتا رہوں گا۔"

سلطان محمد تغلق ستائیس سال تک ہندوستان پر حکمرانی کرنے کے بعد اس عالم فانی سے کوچ کر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا چچازاد بھائی فیروز تغلق ہندوستان کا شہنشاہ بنا تھا۔